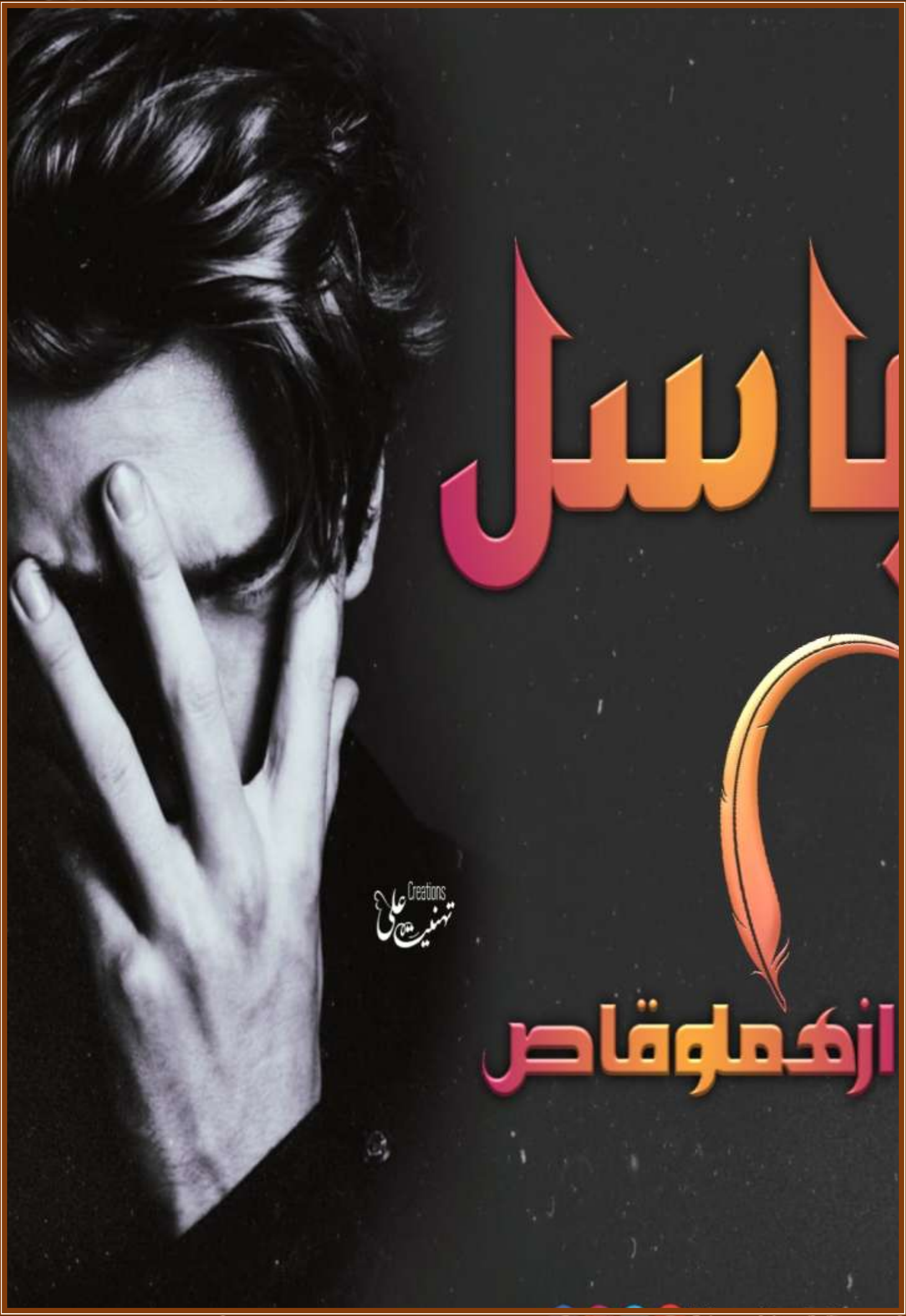
باسل
از ہما وقاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسل

از ہما وقاص

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

مینگولے کے لان میں تقریب اپنے اختتام پر تھی۔رات کے تین بجے اب لوگ تھکنے اور شراب میں چور ہوکر لڑکھڑانے لگے تھے۔ادھ کھلی آنکھوں اور ڈگمگاتے قدم اب لان چھوڑ کر کمروں کا اور باہر کا رخ کر رہے تھے۔بتیاں اب بجھنے لگی تھیں۔لان آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا تھا۔مدھم سی آواز میں بجتی موسیقی اب موسیقی کے آلے پر بج رہی تھی۔گلوکارہ جا چکی تھی۔ایسے میں مینگولے کی سنہری عمارت کے ایک کونے میں شیشے کی بنی لفٹ متوازن رفتار سے اوپر چڑھ رہی تھی۔لفٹ کے وسط میں جوی دو لڑکوں کے درمیان میں کھڑی تھی۔میرون گاؤن کے اوپر کندھوں پر اب سیاہ مردانہ کوٹ کا اضافہ تھا۔

تین گھنٹے وہ ایک کمرے میں بےمقصد ایک صوفے پر بندھی بیٹھی رہی تھی اور اب جاکر اسے اس کمرے سے نکال کر کہیں اور لے جایا جارہا تھا۔شاید اوپر کسی کمرے میں۔اسکے ہاتھ بندھے ہوئے تھے جو اس پر دیے ہوئے سیاہ کوٹ کے نیچے چھپے تھے۔

یقیناً اسکی عزت کا جنازہ نکلنے کا وقت قریب تھا۔ایسا محسوس ہوا جیسے

سانس اُکھڑنے لگی ہو۔وہ یک لخت چند قدم آگے بڑھی اور چلانے لگی

ہیلپ۔۔۔۔ہیلپ می۔۔۔۔پلیز۔۔۔لسن۔۔۔

گلے سے پھٹنے جیسی آواز برآمد ہوئی۔جو فقط اس لفٹ کے شیشوں سے ٹکرا کر واپس آرہی تھی۔ہوٹل سے باہر نکلتے ہنستے مسکراتے چہرے اسکی بےبسی سے بے خبر،مست مگن اپنی شاندار گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔

دل کے دھڑکنے کی رفتار خوف کے باعث تیز طر ہو چکی تھی۔وہ پھڑپھڑانے لگے تھی۔بلکل ویسے ہی جیسے کوئی پنچھی جال میں پھنسنے کے بعد پھڑپھڑاتا ہے۔

دونوں لڑکے اسے قابو کررہے تھے۔ایک نے جلدی سے اسکے منہ پر ٹیپ لگائی۔دوسرا اسکے بال کھینچتے ہوئے اسے پسٹل دکھا رہا تھا۔کتنے ظالم تھے یہ لوگ اور وہ جال میں پھنسے پنچھی کی طرح پھڑپھڑا کر صرف اپنے پنکھ زخمی کررہی تھی۔نتیجہ کچھ نہیں تھا چاروں طرف جال ہی جال تھا۔

لفٹ کھل چکی تھی۔وہ اسے گھسیٹتے ہوئے اب ہوٹل کی گیلری میں سے لے جارہے تھے۔جہاں بائیں اور دائیں کمروں کے دروازے بند تھے۔جیسے اسکی قسمت کے دروازے بند تھے۔

بعض اوقات آدمی ایک نہیں ہوتا۔تین۔۔۔چار یا اس سے بھی زیادہ۔۔تمنا کے کہے ہوئے الفاظ اس کے ذہن میں گونج رہے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی لہر برق رفتاری سے سفر کر گئی۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں لڑکوں کو دیکھتے ہوئے کبھی ٹیپ سے بند کیے منہ سے بولنے کی ناکام کوشش کررہی تھی اور کبھی بندھے ہاتھوں کو کھولنے کے لیے کلائیوں کو گھما رہی تھی۔ہر کوشش ناکام تھی۔وہ دلدل میں دھنسنے جارہی تھی۔تمنا کہہ رہی تھی۔وہ پہلی دفعہ میں اتنا برا حال کرتے ہیں کہ لڑکی جسمانی اور ذہنی دونوں طرح مفلوج ہوکر رہ جاتی ہے۔جسم کا رواں رواں کھڑا ہو رہا تھا۔

جال میں پھنسے پنچھی کو پہلے پنجرے میں بند کیا جاتا ہے پھر اس کے پر کاٹ دیے جاتے ہیں۔اس کے پر کٹنے جا رہے تھے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہ۔۔۔میرے اپنوں کو میری خبر تک نہیں ہوگی کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔شائد وہ لی تاؤ کو فون کرتے ہوں گے؟اس کا پوچھتے ہوں گے؟نہیں وہ نہیں کرتے ہوں گے۔کبھی نہیں کرتے ہوں گے۔میں ان کے لیے مر ہی تو چکی تھی۔جو گناہ میں کر چکی تھی۔اس پر انہوں نے پردہ ڈال دیا تھا لیکن نفرت دل سے نہیں نکالی تھی۔

آنکھوں کے سامنے کتنے ہی مناظر گھوم گئے۔

جان اسے دوپٹہ درست کرنے کا کہہ رہا تھا۔

مریم اسے رات کو باہر جانے سے منع کر رہی تھی۔

آمنہ اسے وضو کرنے کا طریقہ سمجھا رہی تھی۔

وہ وضو کر رہی تھی۔

وہ صلیب کو چوم رہی تھی۔

وہ جائے نماز بچھا رہی تھی۔

وہ ھاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے اس پر سر

ٹکائے ہوئے تھی۔

وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔

پھٹی پھٹی آنکھوں سے ارد گرد دیکھا۔تمام کمروں کے دروازے بند تھے۔جیسے اس کی قسمت کے دروازے اس پر بند تھے۔

کاش کوئی دروازہ کھل جائے دل تڑپ کر دعا کر گیا۔

جیسے ہر دفعہ ہر لمحہ کیا کرتا تھا۔کہاں یہ یاد رہا تھا۔کہ وہ دعا نہ مانگنے کا تہیہ کر چکی ہے۔آنکھوں کے سامنے گزرے لمحے یکے بعد دیگرے سرک رہے تھے۔

دعائیں قبول نہیں ہوتی۔کم از کم میری تو کوئی بھی نہیں ہوئی۔کبھی بھی نہیں ہوئی۔میں نے ایک دعا کو ان چھ سالوں میں ہر پل،ہر جگہ اور کلیساؤں میں گھٹنوں بیٹھ بیٹھ کر مانگا مگر نہیں ہوئی۔

کتاب سے سر اٹھائے اس نے آمنہ کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔وہ مسکرائی اپنی گود میں کھلی کتاب بند کر دی۔سبز گھاس پر کھلی کتابوں کے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

صحفے پھڑ پھڑائے۔وہ شائد کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر اجتناب برت رہی تھی۔

ایک بات کہوں اگر برا نا مانو؟وہ جھجک کر پوچھ رہی تھی۔

تمھیں ایسی لگتی ہوں کیا؟کہو

مسکراتے ہوئے اجازت دی۔نگاہیں اس پر مرکوز کیں۔

اللہ سے مانگو تو شریک مت ٹھہراؤ۔۔آمنہ نے آہستگی سے ڈرتے ڈرتے کہا اور پھر گڑبڑا کر رد عمل جانچنے کے لیے اس کے چہرے پر نگاہ اٹھائی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیسا سوچا تھا ویسا ہی تھا۔جوی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔اس کی خاموشی آمنہ کو مزید بولنے پر اکسا گئ۔

نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے بڑے اعتماد سے کہا

میں مسلمان نہیں ہوں آمنہ حیرت میں ڈوبی آواز تھی۔

تو ہو جاؤ وہ پرسکون لہجے میں کہہ گئی۔بنا کسی خوف کے۔۔۔

منظر کھونے لگا۔دل کی گھٹن اب آنکھوں میں دھواں بھرنے لگی۔آنکھ کی پتلیوں میں خوف تھا۔اور پھر زبان منہ کے اندر ورد کرنے لگی۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے۔جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔جسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔اس کی ملکیت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے؟وہ جانتا ہے جو لوگوں کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے۔۔مگر جتنا وہ چاہے۔اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔اور وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے۔اور نہ اکتاتا ہے۔وہ تو بہت بلند وبالا اور بڑی عظمت والا ہے

اس کی زبان کتنی تیزی اور روانی سے یہ پڑھ رہی تھی اور اس کا دماغ ایک لفظ نہیں بھولا تھا۔

یہ آیت الکرسی ہے۔ہم ہر دعا میں اسے پڑھتے ہیں،ہر مشکل میں،ہر پریشانی میں یہ پڑھتے ہیں آمنہ کی آواز ذہن کے پردوں پر گونج رہی

تھی۔

دل ڈوب رہا تھا اور نہیں جانتی تھی اس لمحے وہ اللہ کی طرف کیوں پلٹی تھی۔شائد وہ نہیں خوف سے بھرا دل پلٹا تھا۔ایک بار پھر۔۔۔۔۔۔

اسے ایک کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

سنانا کو یونہی گال پر ہاتھ رکھے حیرت زدہ چھوڑ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی فلیٹ کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھی۔سنانا کی بات پر تو جیسے دھڑکنیں بند ہونے کو تھیں۔مگر کیوں؟یہ سب شائد اس کو بہت سوچنے کا نتیجہ تھا۔اس کو کھوجنے کا نتیجہ تھا۔یا سچ میں وہ اس سے محبت کرنے جیسا گناہ کر بیٹھی تھی۔

نہیں یہ محبت نہیں ہے دروازے کے ہینڈل کو مضبوطی سے تھاما۔گھمایا دروازہ کھل چکا تھا۔

اگر یہ محبت ہوئی تو؟خودساختہ سوال جو ڈرتے ہوئے دل دماغ سے کر رہا تھا۔

فلیٹ کا دروازہ ہاتھ کو جھٹکا دے کر زور سے بند کیا۔

نہیں محبت نہیں صرف تجسس ہے مجھے جھوٹی تسلی دی۔پیچھے مڑ کر بند دروازے کی طرف دیکھا سنانا اس کے پیچھے نہیں آئی تھی۔رخ موڑا آگے بڑھی۔

وہ تیز تنفس کے ساتھ سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھی۔اسے انو سے ملنا تھا اور اس کے اوپر آنے سے پہلے ملنا تھا۔وہ دیکھ چکی تھی وہ پارک سے واپسی کے لیے نکل چکا ہے۔کندھے پر دوپٹے کو درست کرتی وہ جتنا تیز ہو سکتا تھا نیچے اتر رہی تھی۔

اچانک پاؤں تھمے۔انو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر آ رہا تھا۔سیاہ ٹراؤزر،خاکی ٹی شرٹ وہ سر جھکائے اوپر چڑھ رہا تھا اور اب اسے دیکھ کر تو مزید سر جھکا گیا تھا۔وہ ان کی عمارت کے شریف لڑکوں میں شمار ہوتا تھا۔جو کبھی بلاوجہ لڑکیوں کو نہیں دیکھتے تھے۔

انو کو اوپر آتا دیکھ کر وہ وہیں رک گئی۔ہمت جمع کی۔اس سے بات کرنے کی ہمت۔اور پھر اس سے پہلے کہ وہ لاپرواہی سے پاس سے گزر

کر اوپر چڑھتا۔وہ پلٹی۔

رکیں انو مجھے آپ سے بات کرنی ہے

ایک ہی سانس میں تیزی سے وہ پورا فقرہ کہہ چکی تھی۔انل جس کے لیے یہ بلکل غیر متوقع تھا حیرت سے بمشکل ریلنگ کو تھامے اپنے قدم روک سکا۔

مجھ سے؟حیرت سے ارد گرد دیکھتے ہوئے سوال کیا۔مبادہ وہ کسی اور کی بات کر رہی ہو۔لیکن اس نے اُسی کا نام پکارا تھا۔اسے بلڈنگ میں سب اسے انو کے نام سے جانتے تھے۔

جی آپ سے جوی نے تھوک نگلا احتیاطاً سیڑھیوں کے اوپر اور نیچے کسی کی موجودگی کو جانچا۔

آپ۔پ۔پ۔پ جووت کی بہن ہیں نہ؟فکر نہ کریں۔وہ آ رہا ہے بس نیچے۔۔۔

باقاعدہ کبھی بات نہ ہونے کے باوجود وہ اتنا تو جانتا تھا وہ جووت کی بہن

ہے۔البتہ نام ذہن پر بہت زور دینے کے باوجود یاد نہیں آ رہا تھا۔

مجھے کچھ اور بات کرنی ہے۔۔مطلب کچھ پوچھنا ہے آپ سے سانس اندر انڈیلتی وہ کچھ اعتماد سے اس کی بات کاٹ چکی تھی۔ہاتھ ریلنگ پر سے اٹھایا۔

انل جو یہ سمجھا تھا کہ وہ شائد اپنے بھائی کے متعلق پوچھ رہی ہے۔اس کی اگلی بات پر پھر سے متحیر ہوا۔

ایک۔دو۔تین سکینڈ

کہیے۔۔۔مطلب پوچھیے۔۔گڑبڑا کر پیشانی پر نا سمجھی کے شکن نمودار کرتا متوجہ ہوا۔

سامنے کھڑی لڑکی پر سرار لگ رہی تھی۔پریشان،الجھی ہوی، مجبور۔۔۔

یہاں نہیں۔۔۔

جوی نے فورا ارد گرد دیکھتے ہوئے مضطر لہجے میں کہا

جی۔کیا مطلب؟وہ گڑبڑا گیا۔ایسا کیا کہنا چاہتی تھی وہ غلط مت سمجھیں

پلیز۔۔فوراً ہاتھ اٹھائے صفائی دی

کیا آپ اوپر چھت پر آ سکتے ہیں ابھی التجائی لہجے میں گزارش کی

انل نے پر تجسس دیکھا۔ذہن پوری رفتار سے ماضی کی ریل گھما رہا تھا۔نہیں کبھی نہیں اس سے پہلے تو ان کے درمیان ایسا کچھ نہیں ہوا۔کوئی بات نہیں ہوئی۔

دیکھیں آپ غلط مت سمجھیں مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے پلیز

پپڑی زدہ لبوں کی جلد کو دانت سے کھینچتے ہوئے التجا کی

چند سکینڈ کی خاموشی رہی۔

چلیے میں آ رہا ہوں انل نے سراسیمگی کی حالت میں ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بڑھنے کا کہا۔

اس کا ایسے کہنا ہی تھا۔جوی تیزی سے پلٹ کر زینے چڑھنے لگی جبکہ وہ حیرت زدہ بار بار اس کی پشت کو متعجب گھورتا متوازن رفتار میں اس کی تقلید کر رہا تھا۔اوپر پہنچا تو وہ چھت کے دروازے کے پاس کھڑی

تھی۔پژمردہ،پریشان حال،بیمار چہرہ۔

کہیے؟

پر تجسس لہجے میں کہتے ہوئے وہ اب بلکل اس کے سامنے کھڑا تھا۔وہ شائد ہمت جمع کر رہی تھی یا لفظوں کو ترتیب دے رہی تھی۔لیکن یہ خاموشی چند سکینڈ پر ہی محیط رہ سکی۔

دران کہاں ہے؟

آہستگی سے سر اوپر اٹھائے وہ اس سے بلکل غیر متوقع سوال کر رہی تھی۔آواز زکام زدہ تھی۔آنکھیں سوزش زدہ رتجگوں کی غمازی تھیں۔سامنے کھڑے انل کے لیے حیرت کا ایک اور دھچکا تھا۔

جی۔۔۔

آپ کا دوست دران اس کا پوچھ رہی ہوں۔یہی نام ہے نہ؟وہ پارک میں سامنے بنچ پر۔۔۔

جھجکتے ہوئے وہ اسے دران کے بارے میں وضاحت دینے لگی۔انل نے

ہاتھ اٹھائے اس کی بات کو کاٹ دیا۔

ہاں یہی نام ہے مگر آپ کیوں پوچھ رہی ہیں اس کا؟آپ کیسے جانتی ہیں دران کو؟

جواب دینے کے بجائے وہ پر تجسس لہجے میں الٹا اس سے سوال کر رہا تھا۔

میں نہیں جانتی اسے۔۔

چہرے کا رخ سامنے دیوار کی طرف کیا۔وہ وہاں کھڑا تھا کودنے کے لیے۔دل پر جیسے بوجھ بڑھنے لگا۔چھت پر چلتی ہوا سے گھنگرالے بال دھیرے دھیرے ہل رہے تھے۔انل حیرت زدہ اسے دیکھ رہا تھا۔

تو آپ کیوں پوچھ رہی ہیں اس کے بارے میں؟

وہ گردن گھما کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

دیکھیں یہ مت سوچیں کہ میں کیوں پوچھ رہی ہوں اس کے بارے میں۔مجھے بس یہ بتا دیں پلیز وہ کہاں ہے؟اب آتا کیوں نہیں یہاں؟

بے چینی سے پوچھا۔اس کی دید کی پیاسی نشے میں چور لگ رہی تھی وہ۔انل کی بھنویں اکھٹی ہو چکی تھیں۔حیرت اور تجسس تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔گہری سانس باہر انڈیلتا وہ ٹرائیوزر کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے گویا ہوا۔لہجہ پریشان تھا۔

نہیں پتا کہاں ہے

جوی نے تڑپ کر بے یقینی سے دیکھا۔نا جانے کیوں پر اس کے جواب پر غصہ آ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیوں آپکا دوست ہے۔آپکو کیوں نہیں پتا؟جووت بتا رہا تھا سکول میں آپ کے ساتھ پڑھتا تھا۔اس کے گھر کا پتہ اس کا فون نمبر عجیب دوست ہیں آپ

غصیلے لہجے میں وہ تیز تیز اس پر یوں برس پڑی جیسے وہ دران کو برسوں سے جانتی ہو۔انو کا جواب اس کی توقع کے بلکل برعکس تھا۔وہ جو اس کے زندہ ہونے کی خبر سننے کے لیے جسم کے ہر خلیے کو چوکنا کر چکی تھی اس کی خبر نا ملنے پر مایوسی برداشت نا کر سکی۔

وہ گھر سے بھاگ گیا ہے

انل کی بات پر ایک دم سے اس کی چلتی زبان تھمی۔اب حیرت کا شدید جھٹکا اس کو لگا تھا۔انل بول رہا تھا اور وہ دم سادھے سن رہی تھی۔

وہ پچھلے دو ماہ سے لا پتہ ہے۔

وہ لب بھینچے جیسے کچھ ضبط کر رہا تھا،بلاوجہ چھت پر نگاہ گھمائی یوں جیسے کوئی آنکھوں میں اُمڈ آنے والے پانی کو چھپا رہا ہو۔

لا پتہ!!!!!ت۔۔۔تلاش نہیں کیا اس کو کسی نے؟۔۔اُس کے پرینٹس۔۔فکرمندی سے کہا

پرینٹس نہیں ہیں اس کے۔اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔وہ اپنے رشتہ دراوں کے پاس رہتا تھا۔وہاں سے بھاگ گیا کہاں؟کیوں؟کسی کو نہیں پتہ؟مجھے بھی نہیں۔آواز بھاری ہوئی تھی

سر جھکائے وہ اب زمین پر ٹوٹی ہوئی سمینٹ کی اینٹوں کو دیکھ رہا تھا۔خاموشی میں صرف دور کہیں مغرب کی آذان سنائی دے رہی

تھی۔اندھیرا چھانے کو تھا۔

آپ کیوں پوچھ رہی ہیں اس کا؟

سر اوپر اٹھائے سوال کیا۔آنکھیں متجسس تھیں۔وہ مجسم کھڑی تھی۔حیرت زدہ،جیسے کسی کا کچھ کھو جائے

ایکسیوزمی آپ سے پوچھ رہا ہوں؟آپ کیوں پوچھ رہی ہیں دران کا؟

اس کے یوں گم صم کھڑے رہنے پر انل نے آواز کو ذرا اونچا رکھتے ہوئے سوال کو دہرایا۔وہ ہلکا سا سٹپٹائی،

ہاں۔۔ں۔ں۔سر اٹھائے خالی آنکھوں سے انل کو دیکھا

میں پوچھ رہا ہوں آپ کیوں پوچھ رہی ہیں دران کا اور کیسے جانتی ہیں اس کو؟

وہ تیسری بار سوال دہرا رہا تھا۔پیشانی پر بل اس کی تفتیش ناک حالت کے باعث بڑھ رہے تھے۔

نہیں جانتی؟مدھم آواز تھی جو بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تو پوچھ کیوں رہی ہیں اس کے بارے میں؟

نہیں جانتی

ٹرانس کی حالت میں وہ کندھے گرائے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھا چکی تھی۔انل نے حیرت سے گردن کو آگے پیچھا کیا۔

نہیں جانتی!!!!! زیر لب اس کے جواب کو دہرایا۔پھر سے سیڑھیوں کی طرف دیکھا وہ جا چکی تھی۔

NEWERAMAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گہرے سکوت میں ٹک۔۔۔۔ٹک۔۔۔۔کی آواز کا خلل متواتر گونج رہا تھا۔وقت سرک رہا تھا واپس نا پلٹنے کے لیے۔ہلکے پیچ رنگ کی پینٹ زدہ دیوار پر لٹکتی سفید رنگ کی گھڑیال نما گھڑی کی سوئیاں تین بج کر دس منٹ بجا رہی تھیں۔

دران کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔اوپری کوٹ اب تن پر موجود نہیں تھا۔وہ کچھ دوری پر موجود بیڈ کے کنارے پر پڑا تھا۔انل کو نیند کی گولیاں کھلانے کے بعد وہ اسے اس کے حال پر چھوڑتا ابھی چند منٹ

پہلے اپنے کمرے میں پہنچا تھا۔جو ہاروی پروڈکشن نے اس کے لیے ایک خوبصورت جال کی طرح تیار کیا تھا۔

کورٹ اتار کر رکھنے کے بعد وہ شرٹ کی آستین کو اوپری رخ موڑتے ہوئے آبرؤ اچکائے مسلسل کمرے کا تنقیدی جائزہ لے رہا تھا۔

پورا کمرہ ہلکے پیچ اور سفید رنگ کے امتزاج لیے ہوا تھا۔پیچ پردے،پیچ بیڈ کراؤن،سفید فرنیچر،پیچ قالین،پیچ پوشش کا صوفہ کمرے کی ایک دیوار پیچ رنگ کی اور باقی سب دیواروں پر سفید رنگ کا پینٹ تھا۔بیڈ کے بلکل سامنے پوری دیوار میں فلیٹ پینل ٹی وی سکرین نصب تھی جس کے نیچے سفید میز تھا۔کمرے کی ہر چیز نفیس تھی۔سجاوٹی گلدان میں سجے سفید اور پیچ رنگ کے پھولوں سے لے کر چھت پر لگے فانوس تک۔کن اکھیوں سے ارد گرد دیکھتے ہوئے ٹی سکرین پر نگاہ پڑتے ہی اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو تھمے۔

کیمرہ پورے بیڈ کو کور کرے گا ذہن میں بروس کی آواز گونجی

وہ بے اختیار سکرین کی طرف بڑھا۔دروازے پر ہلکی سی دستک کی آواز

پر قدم تھمے۔آنکھیں پوری کھولے نگاہ سکرین سے ہٹا کر دروازے کی طرف جمائی۔ناک کے نتھنے ہلکے سے پھولے اور رگیں تن گئیں۔

چند سکینڈ یونہی دروازے کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد وہ دوسری دفعہ ہونے والی دستک پر قدم اس طرف بڑھا چکا تھا۔

کون

آنکھ کو آہستگی سے دروازے کے آؤٹ ویو ہول پر ٹکائے،ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں اور دوسرے ہاتھ کو ہینڈل پر جمائے شائستگی سے پوچھا۔

باہر کوئی انجان چینی شخص کھڑا تھا۔سر پر اون کی سرخ ٹوپی،سیاہ لیدر جیکٹ،گلے میں چین،آنکھ کے قریب آبرؤ میں بالی۔

ہاروی پروڈکشن سروس سر لڑکے نے پر اعتماد لہجے میں مسکراتے ہوئے جواب دیا

دران نے لاک گھمایا اور دروازہ کھول دیا۔سامنے کھڑا لڑکا مؤدبانہ ہاتھ سامنے باندھے ہوئے تھا۔لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔منہ چیونگم

چبانے کے باعث ہل رہا تھا۔آنکھوں میں شیریر سی چمک تھی۔

کیسی سروس؟دران نے نا سمجھی ظاہر کی

سر رات کو کیسی سروس ہو گی لڑکے نے شرارت سے جینز کی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے پنجوں پر سارا وزن ڈالتے گردن تھوڑی آگے کی۔آنکھوں میں کمینگی تھی۔

دران نے ایک آبرؤ اچکائے بمشکل سامنے کھڑے اس لڑکے کے اس حرکت پر اس کے ایک زور دار تھپڑ جڑنے سے خود کو روکا جو اب تک چہرہ گدی سے تھوڑا آگے کیے کھڑا تھا۔

سر بھیج دیں پھر آپکے کمرے میں؟لڑکے نے بڑے وثوق سے پوچھا

دران نے لمحہ بھر کو اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔وہ ہوٹل کا یا ہاروی پروڈکشن کا ملازم نہیں تھا۔وہ کچھ اور ہی تھا۔

ہوں دران نے بے ساختہ ہلکا سا ہنکارا بھر کر حامی بھری

جبڑے سختی سے پیوست کیے تیزی سے پلٹا،ایک دم رکا

اسے تو انکار کرنا تھا۔عین وقت پر وہ ہوں کہہ کر کیوں آگے بڑھا۔

کچھ قدم اس کے تعاقب میں کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔وہ یونہی پیٹھ موڑے کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو چکا تھا۔برداشت جواب دے رہی تھی۔مگر دماغ سہی وقت کا اشارہ نہیں دے رہا تھا۔اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کان کے پاس سرگوشی ہوئی۔

سر شی از ہئیر فار یو خماری میں ڈوبا شرارتی لہجہ تھا۔

شراب کی ناگوار بو ناک کے نتھنوں میں گھسی تھی۔

دران نے ناگواری سے ناک بھینچا،ہاتھ اوپر اٹھایا اور انگلیوں کی ہلکی سی جنبش سے انہیں جانے کا اشارہ کیا۔لڑکے نے پوری بتیسی نکالی،سر ہلایا،چیونگم چبائی،پیچھے ہوا،پلٹا۔دوسرا لڑکا جوی کو تھامے کھڑا تھا جو تڑپ رہی تھی۔جس لڑکے نے تھام رکھا تھا اس نے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اس کے منہ پر سے ٹیپ وہ کچھ دیر پہلے اتار چکے تھے۔جبکہ ہاتھ اب بھی پیچھے کمر پر بندھے تھے۔

لڑکے نے دوسرے لڑکے کو ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔جوی کو تھامے ہوئے لڑکے نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا اور تیز تیز ڈگ بھرتے دونوں دروازے سے باہر نکل گئے۔

دروازہ بند ہونے کی آواز کے بعد جوی نے خوفزدہ نگاہوں سے سامنے کھڑے شخص کی طرف دیکھا جو پیٹھ موڑے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے کھڑکی کے شیشے کے پار دیکھ رہا تھا۔

وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اس تک پہنچی اور اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل ڈھے گئی۔

پلیز۔۔۔پلیز۔۔مجھ پر رحم کرو مجھے یہاں سے جانے دو سر جھکائے وہ ٹوٹی پھوٹی انگلش زبان میں بلک اٹھی

جانتی تھی یہ بھی ان جیسا ہی کوئی ہو گا لیکن پھر بھی ہر کسی سی فریاد کرتے ہوئے یوں لگتا شائد کسی میں انسانیت جاگ جائے۔شائد کہ کوئی ایسا ہو جسے رحم آ جائے۔

دران ابھی اسی کشمکش میں تھا کہ لڑکی کمرے میں کیوں بلوا چکا ہے جبکہ اسے وہیں دروازے پر انکار کر کے بات کو ختم کرنا تھا۔اچانک اس کے قدموں میں کسی کے گرنے جیسا احساس ہوا وہ چونکا اور سرعت سے پلٹا۔

لڑکی اس کے پیروں میں گھٹنوں کے بل سر نیچے اس کے پاؤں کے پاس زمین پر رکھے بلک رہی تھی۔وہ اس غیر متوقع حالت پر گڑبڑا گیا۔

مجھے یہ لوگ زبردستی یہاں لائے ہیں۔مجھے جانے دو پلیز میری مدد کرو،پلیز۔ز۔ز ہ۔ہ۔ہ وہ روتے ہوئے بھاری آواز میں گردن کو جھکائے سر زمین پر ٹکائے دائیں بائیں گھمائے رو رہی تھی۔گڑ گڑا رہی تھی،مدد طلب کر رہی تھی۔اس کی باتوں پر دران کے کان اور رونگٹے ایک ساتھ کھڑے ہوئے۔

چند سکینڈ تو اسے یہ سب سمجھنے میں لگے اور پھر اس بلکتی لڑکی کی بے بسی اور باتوں پر غور کرتا وہ ایک جھٹکے سے اس کے مقابل بیٹھا۔

بڑی سی ٹی وی سکرین پر میرون رنگ کے گاؤن میں ملبوس لڑکی دران

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے پاؤں میں سر رکھے دائیں بائیں گھما رہی تھی۔ہاروی ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا۔

یہ۔۔۔یہ کیا کر رہی پاگل لڑکی کس کو بھیج دیا ہے تم نے؟خوفزدہ لہجے میں سکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھ صوفے پر بیٹھے بروس پر وہ برس پڑا۔

ریلکیس زیادہ مزہ آنے والا ہے۔درانگ نے ایک مجبور لا چار لڑکی کی عزت۔۔۔۔بروس نے بلند بانگ قہقہ لگایا

ہاروی اس کی بات پر تلملا کر پلٹا۔یہ مینگولہ ہوٹل کا شاندار کمرہ تھا۔جس میں اس وقت وہ دونوں میز پر رکھے لیپ ٹاپ کے ذریعے دران کے کمرے میں لگے کیمروں کے مناظر با آسانی دیکھ رہے تھے۔

یہ تین کیمرے تھے جو مختلف جگہوں پر نصب تھے۔ایک سامنے فلیٹ پینل سکرین پر،ایک صوفے کے پاس رکھی میز کے گلدان میں اور ایک بائیں طرف کی دیوار پر سجی پینٹنگ میں۔دران کیونکہ اس وقت کمرے

کی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا اس لیے پینٹنگ والے کیمرے سے وہ اور لڑکی با آسانی نظر آ رہے تھے۔

بروس اب بھی لڑکی کے یوں بے بس ہو کر دران کے قدموں پر گرنے پر قہقہ لگا رہا تھا۔اس کے یوں قہقہ لگانے پر ہاروی کا چہرہ اور سرخ ہوا۔وہ اس معاملے کو ہر گز طول نہیں دینا چاہتا تھا۔اس نے ہالی وڈ فلم انڈسٹری میں اپنا ایک عزت والا نام اور مقام بنانے میں بہت جتن کئے تھے۔وہ بلیک ویب اور انٹرنیشنل گرلز سمگلنگ سے اپنا نام ہر حال میں خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔

اس کی نظر میں بروس نے ایسکورٹ ورکر کے بجائے سلیو ورکر بھیج کر بہت بڑی غلطی کر دی تھی کیونکہ دران کوئی کلائنٹ ہر گز نہیں تھا۔وہ شکار تھا۔

کیا مزہ تم نے یہ لڑکی درانگ کے پاس بھیج دی وہ اس سے کیا کہہ رہی ہے پتہ نہیں؟ہونق چہرے کے ساتھ پریشانی کے شکن لیے ہوئے وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دوسری طرف بروس کے سکون میں رتی برابر فرق نہیں پڑا۔گہری تمسخرانہ مسکراہٹ سجائے وہ سکرین پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھا۔اب دران اس لڑکی کے بلکل سامنے بیٹھا تھا اور وہ لڑکی روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔

کچھ نہیں ہوگا،پریشان نہ ہو،دیکھو وہ بھیک مانگ رہی ہے؟میں یہ کھیل کوئی پہلی دفعہ نہیں کھیل رہا ماہر ہوں میں اس سب میں اچھے اچھوں کے چھکے چھڑوائے ہیں۔بروس کا لہجہ اس کی اندرونی خوشی کا غمازی تھا اس کے لیے واقعی یہ ایک دلچسپ کھیل تھا۔بے بس سلیو ورکر اور شیطان کا روپ دھارے مرد وہ یہ کھیل بہت شوق سے کھیلتے تھے اور فلماتے تھے۔اس کے مطابق دران بھی آج اسی شیطان کا روپ بنا ہوا ہے اسے اپنی دی گئی میڈیسن کے اثر پر بھروسہ تھا۔

ہاروی جو کمر پر ہاتھ دھرے پریشان سا دائیں بائیں دیکھ کر بروس پر آئے اپنے غصے کو کم کر رہا تھا سامنے سکرین کی طرف دیکھ کر پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تم کیوں بھول رہے ہو وہ ڈرانگ ہے؟دانت پیسے اور صوفے کے ہتھے پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے بروس پر جھکا۔

تم یہ کیوں بھول رہے ہو۔وہ اس وقت نشے میں چور ہے۔جذبات پر قابو رکھنا کتنا مشکل ہے اس کے لیے بروس کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا کندھے اچکاتے ہوئے اسی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

ہاروی پیچھے ہٹا۔پھر سے پریشانی کے عالم میں کمر پر ہاتھ دھرے ایک نگاہ سکرین پر ڈالی اور اچک کر ہاتھ سکرین تک لے گیا

تم یہ غلط کر رہے ہو؟وہ دیکھو وہ لڑکی روتے ہوئے اسے کچھ بتا رہی ہے اور وہ سن رہا ہے۔کیسے دیکھ رہا ہے اس کی طرف۔آواز کرو جلدی اور فوراً اس لڑکی کو وہاں سے نکالو ہاروی ہڑبڑا گیا، گردن کو اٹھائے سر اوپر کیے پیشانی سہلاتے ہوئے اسے حکم صادر کیا۔

بروس اسے کسی مصیبت میں ڈالنے والا تھا جو وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔بے چینی سے وہ کمرے کے چکر کاٹنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لو دیکھ لو اپنے درانگ کو۔ایسے ہی فکر میں گھل رہے ہو۔دیکھو دیکھو۔۔۔درانگ کے کردار کی مضبوطی زیرو۔۔۔زیرو۔۔۔۔

ہاروی کی پرسکون خفیف سے قہقے سمیت آنے والی آواز پر وہ یک لخت رکا۔نگاہ برق رفتاری سے سکرین پر گھومی۔دران نے اس لڑکی کو بانہوں کے حصار میں بھینچا ہوا تھا اور وہ تڑپ رہی تھی۔خود کو اس سے الگ کرنے کے لیے کوشاں تھی لیکن دران کو کوئی ہوش نہیں تھا۔اس کی گردن پر سر جھکائے ہوئے وہ اس کی کمر پر بازؤں کی گرفت مضبوط کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لائیو چلو جلدی۔۔۔ہاروی نے دانت نکالے۔پریشانی ایک دم سے ختم ہوئی،ہاتھ کے اشارے سے بروس کو حکم دیا اور خود سکرین پر نگاہیں جمائے ہوئے ہی اس ساتھ بیٹھ گیا۔

درانگ ریپ دا گرل۔لائیو پر کیپشن لکھتا ہوں ہاروی کی انگلیا تیزی سے لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر کود رہی تھیں۔

پیچ اور سفید رنگ کے امتزاج لیے اس دلکش کمرے کے چمکتے فرش پر وہ میرون رنگ کے جھلملاتے باریک ستاروں والے گاؤن میں ملبوس پیشانی فرش پر ٹکائے ہوئے تھی۔

وہ مسلسل رو رہی تھی۔ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں اس سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی مگر کیوں؟وہ الجھی نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا اب ایک پنجے کو اٹھائے اور ایک ہتھیلی کو فرش پر رکھے اس لڑکی کے سامنے بیٹھا تھا۔

دائیاں گھٹنا بائیں گھٹنے سے تھوڑا اوپر اٹھائے۔مضطرب نگاہوں سے ایک آبرو اچکائے کمرے کا جائزہ لیا،یہ لوگ لیسا سے یہ اداکاری کس لیے کروا رہے ہیں؟اس کے مطابق سامنے موجود یہ لڑکی بروس اور ہاروی کا مہرہ تھی۔اسے لیسا سے کسی بے باک جسارت کی توقع تھی۔جس پر وہ اسے دھکا دے کر خود سے الگ کرتا لیکن یہ کیا!!!!! یہ منظر اس کی سوچ کے بلکل برعکس تھا؟

روتی ہوئی لڑکی کو اپنا شباب یا حسن دکھانے کی کوئی فکر نہیں تھی۔وہ تو

زار و قطار روئے جا رہی تھی۔اس سے پہلے کہ اس کی الجھن مزید بڑھتی وہ بول اٹھا۔

نہیں جانتا تم یہ ادکاری کیوں کر رہی ہو؟ایسا کرنا بند کرو مس لیسا دران نے روانی سے انگریزی زبان میں کہا۔

وہ جانتی تھی۔اس کی سب تگ ودو بیکار جائے گی لیکن پھر بھی اپنے تیئں وہ ہر جتن کر رہی تھی۔جس میں پہلی کوشش عزت کے اس لٹیرے سے رحم کی بھیک مانگنا تھا۔اس شخص کی آواز پر اس نے بند آنکھیں ہلکی سی کھولیں اور جھکا ہوا سر سست روی سے اوپر اٹھایا۔

وہ اس کے سامنے ایک پنجے اور گھٹنے کے بل بیٹھا تھا۔جوی نے نگاہ اس کے سیاہ جوتوں سے اوپر اس کی شرٹ کے بٹن پر آ کر روک دی۔اس کے وجود سے اٹھتی قیمتی کلون کی مہک ناک کے نتھنوں میں گھسی۔رات کے اس پہر وہ ایک نا محرم کے کمرے میں اور اس طرح کے لباس میں ملوبس ہو کر کیسے اس سے رحم کی توقع کئے ہوئے تھی۔پلکیں خوف کے باعث لرز گئیں۔وہ بھی اسے سب کی طرح لیسا سمجھ رہا تھا۔نگاہ اٹھا

کر سامنے بیٹھے شیطان کے روپ میں اس انسان کو دیکھنے کی سکت نہیں تھی۔

میں لیسا نہیں ہوں۔۔۔پ۔پ۔پلیز۔ز۔ہ۔ہ۔مجھے جانے دو،میں وہ نہیں ہوں

آنکھیں زور سے میچ کر وہ اب دران کے سامنے ہاتھ جوڑ چکی تھی۔وہی ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان۔دران جو اسے کوئی مغربی لڑکی تصور کیے ہوئے تھا۔اس کے سر اٹھانے پر ایک دم غیر متحرک ہوا۔

وہ آنکھیں بند کیے آنسوؤں سے تر چہرہ لیے ہوئے تھی۔

جو بات دران کو یوں ساکن کر گئی تھی وہ سامنے بیٹھی لڑکی کا مشرقی رنگ و روپ نہیں تھا بلکہ اس سے شناسائی کا احساس تھا۔ایسا کیوں لگ رہا تھا وہ اس لڑکی کو آج سے پہلے بھی کبھی دیکھ چکا ہے۔

اتنا کند ذہن وہ نہیں تھا یا شائد وہ لمحہ اس کے ذہن پر ایک مثبت چھاپ رکھتا تھا کہ چھپاک سے پہلا خیال ہی اسے لائینز ایریا کی عمارت

والی لڑکی کا آیا۔اس واقع کو تقریباً سات سال گزر گئے تھے لیکن کچھ لمحے آپکی زندگی میں اتنے اہم ہوتے ہیں وہ برسوں بعد بھی مندمل نہیں ہوتے۔

لڑکی رو رہی تھی اور وہ بھنویں ماتھے پر اکٹھی کیے اس کا موازنہ اس چھت والی لڑکی سے کر رہا تھا۔

نہیں وہ کیسے ہو سکتی ہے یہ۔وہ یہاں کہاں اور کیسے دل نے دماغ کی بری طرح تردید کی۔

تردید کی ایک وجہ اس کا رنگ و روپ تھا۔سات سال پہلے چھت پر ملنے والی وہ دیوانی سی لڑکی تو گہرے رنگ و روپ اور مہاسوں سے بھرے چہرے والی لڑکی تھی جبکہ سامنے بیٹھی یہ لڑکی نقوش کی بہت مشابہت رکھنے کے باوجود اس سے بہت مختلف تھی۔اگرچہ رنگت اس کی بھی بہت صاف نہیں تھی لیکن چہرے کی جلد ملائم اور متوازن تھی۔وہ جو بھی تھی مسلسل دران سے فریاد کر رہی تھی اور اس کو یہ بتا رہی تھی کہ وہ لیسا نہیں ہے اس کی جگہ یہاں غلطی سی آ گئی ہے۔اگر وہ یہ

سب نا بھی بتاتی دران تب بھی اس کی سوچ کو پرکھتے ہوئے اس کی بات پر یقین کر چکا تھا کہ وہ سچی ہے۔بہت مجبور ہے اور اس وقت کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔

جوی اس کی سوچ سے بے خبر اسے خود کو نہ چھونے کی تلقین کر رہی تھی۔وہ جو کچھ لمحے یونہی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہوئے گزار چکا تھا۔اچانک کیمروں کا خیال آیا۔وہ یہ کیسے فراموش کر گیا تھا کہ وہ دونوں اس وقت کمرے میں لگے مختلف کیمروں کی زد میں ہیں۔اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے بلکتی اور خود کو نا چھونے کا کہتی اس لڑکی کو سرعت سے بانہوں میں بھر لیا۔وہ بدنداں چیخ اٹھی۔

چھوڑو۔۔۔چھوڑو مجھے

جوی کی تو جیسے روح فنا ہوئی۔وہ جو سامنے بیٹھے اس شخص سے خاموشی کی وجہ سے رحم کی موہوم سی امید جگا چکی تھی۔اُس کی اس حرکت پر آنکھیں پھٹنے کی حد تک باہر آئیں۔دران اسے خود سے لگائے خود ہی الجھ گیا۔اب اسے کیا کرنا تھا؟کیونکہ وہ اپنے ہی منصوبے کا الٹ کر چکا

تھا۔کیوں کر چکا تھا یہ نہیں جانتا تھا۔

لڑکی تو اس کی گرفت میں پوری مزاحمت پر اتر آئی تھی۔وہ دران سے جڑی اس کی پشت پر لگاتار مکے اور تھپڑ جڑ رہی تھی۔اسے خود سے الگ کرنے کی کوشش میں اپنی پوری قوت لگا رہی تھی۔

چپ۔۔۔چپ۔۔۔میری بات سنو دران نے بمشکل اس کے مسلسل مزاحمت کرتے وجود کو قابو کیا اور اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

ناجانے کیوں مگر اب کی بار وہ اس سے اردو زبان بول گیا تھا۔لڑکی کی مزاحمت ایک دم سے ختم ہوئی۔

میں گلے لگ کر صرف ناٹک کر رہا ہوں۔میں کچھ نہیں کروں گا تمھارے ساتھ۔انفیکٹ تمھاری جگہ کوئی بھی ہوتی اس کے ساتھ بھی۔اب میری بات غور سے سنو۔یہاں کیمرے لگے ہیں۔جن لوگوں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے۔وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔دران نے آہستگی سے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

وہ جو رحم کے بعد اب مزاحمت پر اتر آئی تھی۔کان کے قریب ہونے والی اردو زبان میں سرگوشی پر جیسے ساکن ہوئی۔وہ جو کوئی بھی تھا اس کی آواز نے ناجانے کیوں کسی کی یاد کا کفن پھاڑ دیا تھا۔

تم میری بات سمجھ رہی ہو نہ؟اردو آتی ہے نہ؟دران نے نگاہیں جھکائے خود کو مدہوش ظاہر کرتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

اداکاری کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا اگرچہ فلموں میں کبھی وہ یوں کسی ادکارہ کو بھی اتنی مضبوطی سے ساتھ نہیں لگاتا تھا۔

جوی نے اس کے اردو زبان کا پوچھنے پر آہستگی سے سر اثبات میں ہلایا۔وہ اس سے انگریزی سے اردو زبان پر احتیاطاً آیا تھا کیونکہ ذہن میں ویڈیو کے ساتھ آواز کی ریکارڈنگ کا بھی خیال آیا گو کہ اتنی سرگوشی میں کی گئی بات کبھی بھی اتنی دور لگے مائک ریکارڈ نہیں کر سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ اس سے اردو میں بات کر گیا۔یہ خیال بعد میں آیا کہ کیا وہ اردو جانتی بھی ہے یا کوئی اور زبان بولتی ہے۔دران تو اسے چھت والی لڑکی کے یاد آنے کی وجہ سے خود ہی اسے پاکستانی تصور کر گیا تھا۔

پاکستان سے ہو؟برجستہ دماغ میں ابھرنے والا اگلا سوال کیا۔

ہوں۔۔۔جوی نے کھوئے سے لہجے میں ہنکارا بھرا

دران کی آواز ایک عجیب سے سحر میں جکڑ رہی تھی۔وہ اس شخص کے دل میں رحم ڈالنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔بے شک اللہ نے اسے پلٹنے پر مایوس نہیں کیا تھا۔آمنہ نے سچ کہا تھا۔صرف انسان ہی اتنے سنگدل ہوتے ہیں جو پلٹنے پر منہ پر دروازے بند کر دیتے ہیں۔

اوکے گڈ۔۔دیکھو میں تمہیں یہاں سے اٹھا کر واش روم لے جا رہا ہوں۔کیونکہ یہاں میں تم سے بات نہیں کر سکتا۔پریشان مت ہونا

وہ آہستگی سے اسے سمجھا رہا تھا۔چند سکینڈ میں ہی وہ سوچ چکا تھا۔اسے کیا کرنا ہے۔وہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھا۔پیچھے ہوا۔جوی کی آنکھوں کی پتلیاں جو پہلے ہی اس کی آواز سن کر سکوت کی حالت میں پوری کھلی ہوئی تھیں۔اس کے پیچھے ہونے پر نگاہ اس کے چہرے پر پڑی۔

گھڑی کی سوئیوں پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔۔۔وقت سرکنا بند ہو چکا تھا یا

صرف اسے ہی ایسا محسوس ہو رہا تھا۔سمندر کی بے ہنگم لہروں جیسا شور اردگرد سے کیوں اٹھنے لگا تھا۔سامنے کھڑے اس شخص کا چہرہ وہ لاکھوں چہروں میں پہچان سکتی تھی،اور یہ گہری غمناک آنکھیں۔جنہیں اس نے پہروں سوچا تھا وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

دران اب فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہوا چکا تھا۔پھر تھوڑا سا جھکا اور اس کی حیرت سے کھلی نگاہوں سے بے خبر اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے مقابل کھڑا کیا۔وہ کسی پتھر کے صنم کے مانند اٹھ کھڑی ہوئی۔یہ لمس !!!! اس کے وجود کا رواں رواں اتنے برسوں کے بعد بھی آشنائی ظاہر کر رہا تھا۔

بے شک وہ ظاہری طور پر ویسا نہیں رہا تھا جیسا سات سال پہلے تھا۔دبلا پتلا جسم اب ایک مضبوط جسم میں تبدیل ہو چکا تھا۔اس کے چہرے کا وہ مغموم پن اب نہیں تھا البتہ آنکھیں آج بھی گہری،بہت سے رازوں کو چھپائے ہوئی تھیں اور لہجہ آج بھی رعب اور گہری سنجیدگی لیے ہوا تھا۔

دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ہمارا ایمان ہے دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔قبولیت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ وقت وہی جانتا ہے جس کے کن کہنے سے کایا پلٹ جاتی ہے۔وقت رک جاتا ہے۔سمندر دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔زمین پھٹ جاتی ہے۔ظالم غرق ہو جاتا ہے اور حضرت عیسی کو زندہ اوپر اٹھا لیا جاتا ہے۔ہم مسلمان معجزوں پر یقین رکھتے ہیں۔

آمنہ کی آواز کمرے کے ہر گوشے سے گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔دران اسکا ہاتھ تھامے اسے اپنے قریب کر رہا تھا۔اللہ نے اسے کرشمہ دکھایا تھا۔اپنی طاقت کا بے شک کوئی مصیبت بڑی نہیں ہوتی۔صرف وہ بڑا ہے۔اس دلدل میں جہاں وہ اتنے دنوں سے دھنس رہی تھی۔اللہ نے اس کا مدد گار بھیج دیا تھا اور وہ بھی کون۔وہ شخص جسے اسے نے روح کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔جسے راتوں کو جاگ کر، بالکنی پر سر شام کھڑے رہ کر، چھت پر ٹوٹی اینٹوں کو تکتے ہوئے سوچا تھا۔جسے پہروں کھوجا تھا۔جسے کلیساؤں میں صلیب کی نوک پر ماتھا ٹکائے مانگا تھا۔جس کی کھوج میں لگی وہ اللہ سے جڑی تھی۔جس کی ایک

جھلک کے لیے جائے نماز پر سجدہ ریز رات کے درمیانی پہر میں مانگا کرتی تھی۔اس کی دو دعاؤں کی قبولیت کی گھڑی ایک ہی تھی۔

دران نے ایک جھٹکے سے اسے گود میں اٹھایا۔وقت نے ریل کا سرا چھوڑا تو وہ گھوم کر ماضی کی اس گھڑی سے جا ٹکرائی۔وہ گھڑی جو آج تک اس کے دل کے نہاں خانوں میں کسی قیمتی یاد کی طرح سجی تھی۔وہ اسے اٹھائے چھت سے نیچے پھینکنے کے لیے جا رہا تھا۔

دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ہر مصیبت میں ہر پریشانی میں ہم اللہ کو پکارتے ہیں لیکن اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔بے شک اس ذات پاک کا کوئی ہمسر نہیں ہے اور شریک ٹھہرانا گناہ کبیرہ ہے

آمنہ کی میٹھی آواز گونج رہی تھی۔دران اسے گود میں اٹھائے کمرے میں موجود واش روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

یہ۔۔۔یہ کہاں جا رہا ہے اسے اٹھا کر ہاروی نے ہاتھ کا اشارہ سامنے سکرین کی طرف کیا اور گڑبڑا کر ساتھ بیٹھے بروس سے سوال کیا

دران نے جوی کو بانہوں میں اٹھا رکھا تھا اور رخ کمرے سے ملحقہ ڈریسنگ روم کی طرف تھا۔بروس جو بڑی طمانیت سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے آنکھوں میں فتح کی چمک لیے ہوئے تھا۔اچھل کر آگے ہوا۔

ڈیم اٹ۔۔۔وہ اسے واش روم لے کر جا رہا ہے بروس نے زور سے صوفے کے ہتھے پر گھونسا جڑا۔

ہاروی نے تیزی سے سر گھما کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔اس کے چہرے پر مایوسی رقم تھی۔

وہاں کیمرہ نہیں ہے ہاروی کے سوال کرنے سے پہلے ہی جواب دیا

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔چار۔۔۔۔دس۔۔۔۔پندرہ۔۔۔۔۔منٹ۔۔۔۔۔

آدھا گھنٹہ۔۔۔۔۔وہ خالی کمرے کی ویڈیو پر منتظر نگاہیں جمائے بے چین بیٹھے تھے۔

ایسے جیسے کوئی دانہ ڈالنے کے بعد شکار کا انتظار کرتا ہے۔بروس کی ایک

ٹانگ بے چینی سے ہل رہی تھی۔انتظار کی کوفت سے ہاروی کی پیشانی پر بل گہرے ہو رہے تھے۔واش روم کا بند دروازہ منہ چڑا رہا تھا۔

یہ کر کیا رہا ہے اتنی دیر سے؟نکلتے کیوں نہیں۔اور اس لڑکی کو دیکھا پہلے کیسے تڑپ رہی تھی اور پھر ڈرانگ کو دیکھتے ہی کیسے فرفیتا ہوئی

ہاروی نے چڑ کر پہلو بدلہ

سٹیفن بار بار فون کر رہا تھا۔جتنی بے چینی ان کو تھی اس سے بڑھ کر اس کو تھی۔وہ ان کے کالے دھندے سے تو ناواقف تھا لیکن اس نے اس سارے منصوبے میں پیسہ لگایا تھا۔

ریلکس۔۔بروس نے پرسوچ نگاہیں لیپ ٹاپ پر جمائیں

شٹ اپ کس چیز کا ریلکیس آدھے گھنٹے سے یہ خالی کمرہ دیکھ کر سب بھاگ گئے ہیں۔جتنے بھی دیکھ رہے تھے۔ہاروی نے بدمزہ صورت بنائی

غصیلی نگاہ بروس پر جمائی جو اب تیزی سے اپنی گود میں کھلے لیپ ٹاپ کے کی پیڈ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

تم کیا کر رہے ہو اب؟

اس کے پچھلے کلپ کو کاٹ کر اپ لوڈ کرنے والا ہوں بروس نے بنا اس کی طرف دیکھے مگن سے انداز میں جواب دیا۔وہ دران کے جوی کو گود میں اٹھانے اور گلے لگانے والے مناظر کی ویڈیو کاٹ کر ایک کلپ تیار کر رہا تھا۔

ہاروی نے نگاہیں پھر سکرین کی طرف گھمائیں واش روم کا دروازہ ابھی تک بند تھا۔اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔بے چینی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور میز کی طرف بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سیاہ آسمان پر ستارے بنا چاند کے ٹمٹما رہے تھے۔اور آسمان سے نیچے زمین پر اس عالی شان بنگلے کی نہ صرف بتی جل رہی تھی بلکہ ایک ماں کا دل بھی جل اور کڑھ رہا تھا۔

کشادہ کمرے میں موجود لکڑی کے بیڈ پر پندرہ سالہ توصیف سر پر سفید پٹی باندھے آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ہلکے گرے رنگ کا کمبل سینے تک

اوڑھ رکھا تھا۔اس کی رنگت زردی مائل تھی۔اور پیشانی تک آئی پٹی پر لال بڑا دھبہ تھا۔بیڈ کے بائیں طرف لگے صوفے پر سرکاری بوائیز سکول کے ہیڈ ماسٹر اور توصیف کے والد ابرار امجد اترا چہرہ لیے بیٹھے تھے۔کیونکہ صوفے کے بلکل سامنے اور کمرے کی وسط میں کھڑی ان کی بیوی ان پر چیخ رہی تھی۔

آپ نے ابھی تک اس لڑکے کو سکول سے نکالا کیوں نہیں؟میں آپ کی جگہ ہوتی دھکے مار کر اس لڑکے کو سکول سے نکالتی بلکہ بیڈ سرٹیفکیٹ بھی دیتی

جذباتی مت بنو نہیں نکال سکتا میں اس لڑکے کو سکول سے ابرار امجد نے لہجہ دھیما رکھتے ہوئے کہا اور مضطرب انداز میں پیشانی سہلائی

کیا مطلب نہیں نکال سکتے اپنے بیٹے کا حال دیکھیں۔کیسے بے سدھ پڑا ہے میرا بچہ۔اس ظالم،پاگل لڑکے کی وجہ سے وہ روہانسی ہوئی۔

پریشان سی نگاہ بیڈ پر لیٹے توصیف پر ڈالی جس کے سر میں بلا لگنے سے سر میں چار ٹانکے لگے تھے۔خون بہت بہا تھا جس کی وجہ سے وہ نقاہت

کا شکار ہو گیا تھا۔اب بھی ادوایات کے زیر اثر سو رہا تھا۔

تم بھی اپنے بیٹے کی طرح ہی جذباتی ہو۔سمجھنے کی کوشش کرو یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں رہا ہے جتنا تم سمجھی رہی ہو۔ابرار نے پریشان لہجے میں وضاحت دی

تمام اقلیتی سٹوڈنٹس تو ایک طرف آدھے سے زیادہ سکول توصیف کے خلاف احتجاج پر اتر آیا ہے۔اُس لڑکے نے ایسی جرأت دے دی ہے سب کو کہ جو لڑکے کل تک اس کے ڈر سے کانپتے تھے۔وہ بھی بڑھ چڑھ کر اس کی کئی گئی زیادتیوں پر بول رہے ہیں۔ابرار امجد طیش میں آئی اپنی بیوی کو سکول کے تمام حالات سے آگاہ کر رہے تھے۔جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے بیٹے کا ایسا حال کرنے والے بچے کا گالا دبا دے۔

تم مجھ سے اسے سکول سے نکالنے کا کہہ رہی ہو۔مجھ سے پوچھو جو دو دن سے سکول آنے والے بچوں کے والدین اور احتجاج سے نمٹ نمٹ کر تھک گیا ہوں۔اس لڑکے کو سکول سے نکالنے کا مطلب ہے آدھے

سے زیادہ بچوں کو سکول سے نکالنا۔میرے خلاف بات اوپر تک جا سکتی

ابرار احمد اسے سمجھاتے ہوئے ایک جھٹکے سے صوفے پر سے اٹھے۔وہ اب بے یقینی سے ابرار کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس لیے کہہ رہا ہوں سکون کرو۔اس لڑکے کو سکول سے نکالنا اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔اس کو اور طریقے سے بھی سبق سکھایا جا سکتا ہے۔تم فلحال اس کو عقل دو اب وہ اکیلا نہیں ہے بہت سے کھڑے ہو گئے ہیں اس کے ساتھ۔یہ سکول میں اپنی غنڈا گیری چھوڑ دے

ابرار نے ایک نگاہ پھر سے بیڈ پر ڈالی اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

دران ایک ہاتھ سے دروازے کے ہتھے کو تھام کر واش روم کے اندر داخل ہوا۔آہستگی سے گود میں اٹھائی جوی کو نیچے اترا اور دروازہ بند کر دیا۔وہ اسی طرح ٹرانس کی حالت میں کسی مورت کی طرح اس کی بانہوں سے اتر کر اب ہلکے پیچ رنگ کی ٹائیلز والے فرش پر کھڑی

تھی۔واش روم عام واش روم کی نسبت بہت کشادہ تھا البتہ یہاں خنکی زیادہ تھی۔گرم کمرے سے اچانک یہاں آنے پر ٹھنڈک اب وجود میں گھسنے لگی تھی۔

دران جیب سے موبائل نکالے کھڑا تھا۔وہ شائد یہاں کسی کیمرے کی موجودگی کو جانچ رہا تھا۔جوی یک ٹک بے یقینی سی اس کا یا پلٹ کو دیکھ رہی تھی۔کل رات کا خواب ذہن میں گھوم گیا۔اس کو کھائی میں گرنے سے بچانے والا کوئی اور نہیں دران تھا۔

ہوں۔ں۔ں۔یہاں کوئی کیمرہ نہیں ہے آہستگی سے کہہ کر دران نے موبائل کو پھر سے پینٹ کی جیب میں رکھا۔

پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا جو اسے دیکھنے کے بعد سے ہونق،مجسم جیسی کیفیت میں آ گئی تھی۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔سکینڈ۔۔۔۔تین سکینڈ ذہن نے لیے۔

یہ وہی چھت والی لڑکی ہے اور مجھے پہچان چکی ہے۔حیرت اس بات پر

زیادہ تھی کہ وہ آج بھی ویسی ہی تھی۔دران نے آنکھوں کی پتلیوں کو سکوڑا سر جھٹک کر گہری سانس خارج کی۔

اب روئے بنا مجھے ساری بات بتائیں کیا کہنا چاہ رہی تھیں باہر؟کیسے پہنچی یہاں؟پر تجسس لہجے میں پوچھا

کیا اس نے مجھے پہچانا نہیں دل کو اچانک مایوسی نے آن گھیرا۔وہ اس سے اب ساری کہانی سننا چاہتا تھا۔جوی نے گھبرائی سی نگاہ اس پر ڈالی۔

آنکھیں ہاں اس کی آنکھیں پڑھ رہی تھی وہ۔زندگی میں واحد وہ تھا۔جس کی آنکھیں اس کو ہمیشہ الجھا دیتی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پاکستان میں ایک چائنیز گروہ ہے۔جو پاکستان کی لڑکیوں کو شادی کا جھانسا دے کر یہاں لاتے ہیں۔میں ان لڑکیوں میں سے ہی ایک ہوں۔وہ لوگ غریب اور لاچار فیملی کو پیسوں کا لالچ دیتے ہیں۔دھیمے مگر مغموم لہجے میں وہ من و عن اسے اپنے سفر کی کہانی سنا رہی تھی۔

میری شادی بھی اسی گروہ کے ایک آدمی نے ایک چائنیز سے

کروائی۔اس نے مجھے یہاں لا کر بیچ دیا وہ سر جھکا چکی تھی۔

آنسو پھر سے گال پر بہنے لگے تھے۔لیکن اب کی بار یہ خاموش آنسو تھے۔ایسے آنسو جو کسی بہت اپنے کو دکھ سناتے ہوئے بہہ نکلیں۔ہاں وہ اس کا اپنا ہی تو تھا۔اس دیار غیر میں اس کا بہت اپنا۔

وہ ہمہ تن گوش تھا اور جوی سر جھکائے اسے ایک ایک لفظ سے آگاہ کر رہی تھی۔وہ ساری معلومات بھی دے رہی تھی جو اسے تمنا نے دی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کمرے تک پہنچنے کا بتانے کے بعد وہ خاموش ہوئی مگر آنسو نہیں تھمے۔بار بار ہتھیلی کی پشت سے آنسو گالوں سے صاف کرتی وہ اتنے دنوں کی بھیانک مسافت کی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔واش روم کی ٹھٹھرتی خنکی میں ہولناک خاموشی کچھ دیر قائم رہی۔وہ اب سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

کچھ نہیں ہو گا تمہیں

دران کے ٹھہرے سے لہجے نے خاموشی کا سکوت توڑا۔جوی نے لب بھینچے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

وہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔تمنا کہہ رہی تھی۔ایک لڑکی جب اس مارکیٹ میں داخل ہو جاتی ہے اس کی آزادی موت کے سوا کچھ نہیں

سر جھکائے وہ خوفزدہ لہجے میں ان لوگوں کی طاقت سے دران کو آگاہ کر رہی تھی۔پھر گہری خاموشی سرکتے وقت کو نگل رہی تھی۔دران کی پیشانی پر گہری سوچ کی لکیریں تھیں۔وہ بار بار جوی کی طرف اور پھر دیواروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

میں شائد اس کے لیے ایک مصیبت بن گئی ہوں۔دل میں ٹیس اٹھی۔اتنا تو وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ اس کی خواہش پر ہر گز یہاں نہیں لائی گئی ہے لیکن یہ کیمرے یہ سب بہت عجیب تھا۔اس کی شخصیت کی طرح پر سرار۔جوی نے اسے یوں مسلسل چپ دیکھ کر نگاہ اٹھائی۔

آپ بس میری اتنی مدد کر دیں کہ مجھے یہاں سے بھگا دیں۔میں۔۔

کہاں جائیں گی اس انجان ملک میں۔کوئی ہے کیا یہاں آپکا اپنا؟دران نے سرعت سے اس کی بات کاٹی۔

آپ بھلا میری وجہ سے خود کو مصیبت میں کیوں ڈالیں گے۔بس اتنی مدد کر دیں۔وہ لوگ میری نگرانی کر رہے ہوں گے۔مجھے یہاں سے بھگا دیں یا پھر پولیس سٹیشن کسی طرح پہنچا دیں

وہ مسلسل زکام زدہ آواز میں اسے مشورے دے رہی تھی۔

دران اسے جواب دینے کے بجائے جیب سے موبائل ایک بار پھر نکال چکا تھا۔وہ نمبر ڈائل کرنے کے بعد فون کان سے لگا چکا تھا۔جو کچھ اس نے بتایا تھا وہ واقعی معمولی نہیں تھا۔ہاروی اور بروس پر اس کا شک نہیں جا رہا تھا۔ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ انہوں نے اس کے لیے کال گرل بک کروانے کی کوشش کی تھی۔دوسری طرف گھنٹی جا رہی تھی۔اور چند سکینڈ کی توقف کے بعد ہی کسی نے فون اٹھایا۔

ہیلو

انل تو جیسے اس کے فون کے انتظار میں بیٹھا تھا۔فون اٹھاتے ہی تیزی سے کہا۔

ہاں سوئے نہیں؟دران نے ارد گرد دیکھتے ہوئے پر سکون لہجے میں پوچھا۔

سویا ہوا ہوں دوسری طرف سے چبا چبا کر جواب آیا

میری یہاں بینڈ بجی ہے۔۔۔نیند کی ٹیبلیٹس تھیں یا بنٹیز۔خیر مجھے چھوڑ بتا کیا ہوا پھر؟آؤ کمرے میں انل نے تجسس اور جوش میں پوچھا۔

اس کے مطابق اب تک تو دران نے ان کو جواب دے دیا ہو گا۔

نہیں تم اب نہیں آؤ گے۔وہ سب بعد میں بتاؤں گا کیا ہوا۔فلحال مجھے تمھاری رنگ(انگوٹھی) چاہیے

ہیں!!!! دوسری طرف حیرانگی کی انتہا تھی۔

ہاں وہ جو پہن کر رکھتے ہو تم،وہ چاہیے کچھ دیر کے لیے پیشانی پر آہستگی سے انگلیاں پھیرتے ہوئے وضاحت دی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جانتا تھا وہ اپنی اس نگوٹھی کو لے تھوڑا ٹچی ہے۔وہ وائٹ گولڈ کا مردانہ چھلا تھا۔دران کی اس فرمائش پر حیران صرف فون کے دوسری طرف موجود انل ہی نہیں سامنے کھڑی جوی بھی تھی۔

خیریت ہے مطلب۔۔۔؟

میں ویٹ کر رہا ہوں دروازہ ناک مت کرنا مس بل دینا اسی طمانت سے وہ اب اسے اگلی ہدایت جاری کر رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ انل کوئی اور سوال کرتا۔وہ فون بند کر چکا تھا۔

آپ میری مدد کر رہے ہیں مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیسے شکریہ ادا کروں۔جوی نے مشکور لہجے میں آہستگی سے کہا۔

سرخ ہوتی سوزش زدہ آنکھوں میں سامنے کھڑے شخص کے لیے تشکر تھا۔آواز بہت رونے کی وجہ روندھائی ہوئی تھی۔

مدد کرنے کی عادت نہیں مجھے اور احسان میں کسی کا رکھتا نہیں،آپ کی بھی مدد نہیں کرنے جا رہا ہوں بس احسان کا بدلہ اتار رہا ہوں۔برجستہ

بلا کی سنجیدگی لیے جواب آیا۔

جوی جو پھر سے نم آنکھوں کو صاف کر رہی تھی چونک کر دیکھا۔وہ کس احسان کی بات کر رہا تھا۔

تم اس دن اگر مجھے چھت پر کودنے سے نہ روکتی تو آج میں یہاں نہیں ہوتا

بڑی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔اور بڑی تیزی سے آپ سے تم کا سفر طے کیا۔جوی کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔مطلب وہ اسے پہچان چکا تھا۔

آپ بس مجھے پولیس سٹیشن تک پہنچا دیں دلگیر لہجے میں التجا کی۔

دل میں ایک ٹیس اٹھی۔اس دوسری ملاقات کے لیے کتنے برس دعا کی۔کاش کے وقت یہیں رک جائے۔باقی جتنی عمر ہے وہ سالوں کے بجائے سکینڈز میں بدل جائے۔

مجھے کیا کرنا ہے۔تمھیں کہاں چھوڑنا ہے۔یہ فیصلے اب تم نہیں لو گی۔وہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اپنی شرٹ کی موڑی ہوئی آستین درست کر رہا تھا۔

پھر کیا کریں گے آپ؟بے ساختہ پوچھا

تمہیں پرپوز مختصر جواب

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

مجھے پرپو۔۔ز۔ز خود ساختہ سرگوشی تھی۔وہ دران کی بات پر الجھ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اس کے وجیہہ چہرے پر جمائے۔وہ پل بھر کو مجسم ہوئی۔

حیرت ایک طرف دل کی دھڑکن کے تار آج کتنے عرصے بعد یوں بجنے لگے تھے۔دل کی ایسی حالت فقط سامنے کھڑے شخص کے لیے ہی ہوتی تھی۔آج برسوں بعد بھی دل اس کے لیے وہی جذبات رکھتا تھا۔

وہ آستین کے بل درست کر رہا تھا۔نگاہ اٹھائی تو جوی کی ساکن نگاہوں سے پل بھر کا تصادم ہوا۔

ایک۔۔دو۔۔۔سکینڈ۔۔۔

ادکاری کرنا جانتی ہو؟

دونوں بھنویں بڑے انداز میں اوپر اچکائے وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔

ادا۔۔کار۔۔ی؟؟

نا سمجھی میں بے ربط سے الفاظ منہ سے برآمد ہوئے۔بھنویں سکڑ گئیں۔

ہوں اداکاری وہی کرنی ہے ہمیں باہر

وہ کیا کرنے والا تھا اور کیوں کرنے والا تھا نہیں جانتی تھی۔لیکن اتنا جانتی تھی کہ اس کی گہری آنکھوں میں ایک عزم چمکنے لگا ہے۔اور وہ عزم کچھ اور نہیں جوی کو بچانے کا ہے۔

آمنہ ٹھیک کہتی تھی۔کبھی کبھار اللہ فرشتوں کی صفت انسانوں میں اس لیے ڈال دیتا ہے کہ وہ کسی انسان کو بچانا چاہتا ہے۔سامنے کھڑا دران آج اسے انسان کم فرشتہ زیادہ لگ رہا تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کمرے میں قبرستان جیسی خاموشی تھی اور بڑی سی دیوار کے ساتھ منی

سیمنا جیسی ٹی وی سکرین پر دوسرے کمرے کے واش روم کا بند دروازہ اب بھی ایک ہی منظر پیش کر رہا تھا۔

ہاروی نے گردن گھما کر ایک غصیلی نگاہ کچھ دوری پر بیٹھے بروس پر جمائی جو لیپ ٹاپ پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا۔صبح کے چار بج کر دس منٹ ہو چکے تھے۔دران واش روم سے باہر نکلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ہاروی کا نیند سے برا حال تھا۔وہ بے چینی سے اور بمشکل آنکھیں کھول رہا تھا لیکن شراب نوشی کے بعد اتنی دیر جاگنا نا ممکن ہو رہا تھا۔

بہت دیر ہو گئی ہے۔وہ تو شائد سو گئے ہیں واش روم میں۔میری برداشت جواب دے رہی ہے۔میرا اب نیند سے برا حال ہے۔ہاروی کے دل برداشتہ لہجے پر بروس نے نگاہ اٹھائی۔

وہ صوفے پر سے اُٹھ چکا تھا۔آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہو کر آنکھوں کا پورا کھلنا ناممکن ہو رہا تھا۔اس کے قدم بھی ڈگمگا رہے تھے۔

کوئی بات نہیں اتنے بھی ناکام نہیں ہوئے ہم۔یہ دیکھو میں نے کلپ ڈال دیا ہے اس کا اور اتنی تیزی سے شئیر ہو رہا ہے کہ مت

پوچھو۔بروس کی آنکھوں میں سکرین کی روشنی کے ساتھ فتح کی چمک بھی نمایاں تھی۔

اس سے کیا ہو گا؟ہن۔ہ۔ہ۔ہ ہاروی نے منہ بسور کر سر کو ہوا میں مارا

مایوس مت ہو۔ادھر آؤ دیکھو بروس نے چہکتے ہوئے اسے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے پاس بلایا۔

ہاروی مایوسی سے بیزار صورت بنائے اس تک پہنچا۔بروس نے چمکتی آنکھوں اور استہزائیہ مسکراہٹ سمیت لیپ ٹاپ سکرین کو اس کی طرف گھمایا۔ہاروی نے بمشکل کھلی نگاہیں سکرین پر جمائیں۔دران کی ویڈیو کلپ کے نیچے تیزی سے لوگوں کے کمنٹس آ رہے تھے۔

درانگ۔۔نو نو وہ نہیں کر سکتا ایسا۔درانگ اتنا چیپ نہیں ہو سکتا

سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔یہ جھوٹ بولتا تھا سب۔ہی ناٹ آن لی ریپ دا گرل۔ہی ڈرنکڈ آل سو

اب کہاں گئی اس کی شرافت۔چیپ

میں تو پہلے ہی کہتا تھا۔جس بندے کے پاس اتنا پیسہ ہو اور وہ عیاش نہ ہو۔ہو ہی نہیں سکتا

آئی ہیٹ یو درانگ۔گ۔گ۔

اب کہاں گیا اس کا مذہب؟اس کے مذہب میں تو زنا حرام ہے۔

جیسے جیسے ہاروی کی آنکھ کی پتلیوں میں لوگوں کے دران کے لیے نفرت آمیز کمنٹس گزر رہے تھے ویسے ویسے اس کے لبوں پر فتح بھری مسکراہٹ بکھر رہی تھی۔

کام ہو گیا ہے۔ہم جیت گئے ہیں۔اب دران ہوش میں آنے کے بعد اپنی جتنی بھی صفائی دیتا پھرے لوگ اس پر یقین نہیں کریں گے۔بروس جوش میں اپنی جیت پر سر شاری ظاہر کر رہا تھا۔

اوکے تو ابھی اس کا انتظار بیکار ہے۔میں سونے جا رہا ہوں۔تم دیکھو اس کو ہاروی کی آنکھوں کے ساتھ آواز بھی بوجھل ہو رہی تھی۔

وہ اب مزید یہاں نہیں رک سکتا تھا۔لڑکھڑاتے سے قدم اٹھاتا وہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کندھے پر اپنا کوٹ لٹکائے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔یہ کمرہ بروس کا تھا۔اسے اپنے کمرے میں جانا تھا۔

نہیں اب جتنی جلدی ہو ہمیں یہ ثبوت مٹانے ہیں کہ ریکارڈنگ ہم کر رہے تھے۔

جتنی تیزی سے بروس نے اسے اگلے منصوبے سے آگاہ کیا اتنی تیزی سے وہ اب سارے ثبوت مٹانے میں لگا تھا۔جبکہ ہاروی اس کے کمرے سے جا چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com

ڈرانگ ولاس کے اس نیم تاریک کمرے کے دروازے پر ہونے والی عجلت بھری دستک کمرے کے سکوت میں خلل پیدا کر رہی تھی۔اس کشادہ کمرے میں بیڈ پر موجود نفوس متواتر ہونے والی اس دستک کے باعث کسلمندی سے ہلنے لگے۔

اسفند ملک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر موجود لیمپ کو جلایا۔کمرے میں لیمپ کی زرد روشنی پھیلتے ہی اسفند ملک کی نیند

سے بوجھل ہوتی آنکھوں والا چہرہ واضح ہوا۔نفیس سیاہ نائٹ گاؤن میں ملبوس وہ آنکھوں کو بمشکل کھول رہے تھے۔

کیا ہوا ہے؟اس وقت کون ہے؟روبی بھاری نیند کی خماری میں ڈوبی آواز سے سوال کرتی کہنی کے بل اوپر ہوئی۔

پیشانی پر انگنت بل نگواری اور تجسس کے تھے۔

اسفند ملک اپنی عینک کو بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اٹھا کر لگا چکے تھے۔ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔چشمے کی اوٹ سے موبائل پر وقت جانچا۔صبح کے پانچ بج رہے تھے۔دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔صبح کے پانچ بجے زندگی میں پہلی بار درانگ والاس میں کسی نے یوں ان کو جگانے کی جرأت کی تھی اس لیے دونوں نفوس کا یوں متعجب ہونا بنتا تھا۔

اسفند ملک بیڈ پر سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے تو برھان کی آواز واضح ہونے لگی جو دروازے کے پار سے آ رہی تھی۔

بابا دروازہ کھولیں جلدیں

برھان کی آواز ہے اسفند ملک نے گردن کو ہلکا سا خم دیا۔پریشان لہجے میں بتایا اور ایک اضطرابی نگاہ روبی پر ڈالی۔وہ بھی پریشانی سے نائٹ گاؤن سنبھالتی اب بیڈ سے نیچے اتر رہی تھی۔اسفند ملک نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

برھان ہونق اور پرجوش دروازے کے بلکل سامنے کھڑا تھا۔گہرے بھورے رنگ کے نائٹ گاؤن میں ملبوس وہ دروازہ کھلتے ہی عجلت میں اندر داخل ہوا۔

خیریت برھان کیا ہوا ہے اتنی صبح۔۔۔اسفند ملک کی پریشانی ان کے لہجے اور چہرے سے واضح تھی۔

چشمے کے پیچھے آنکھوں کی پتلیاں تجسس اور فکر مندی سے سُکڑ رہی تھیں۔

یہ پوچھیں کیا نہیں ہوا ہے برھان پرجوش لہجے میں کہتا ہوا اب کمرے کے وسط میں روبی کے بلکل سامنے کھڑا تھا۔

روبی اور اسفند اس کی طرف حیرت اور استفہامی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جبکہ وہ اپنے موبائل کو گاؤن جیب سے نکالے اضطرابی کیفیت میں اس پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

یہ دیکھیں ذرا

دو سکینڈ کے توقف کے بعد اس نے موبائل کو اسفند ملک کی طرف بڑھایا۔وہ اسی طرح حیرت زدہ آگے ہوئے اور اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑا۔روبی سرعت سے اپنی جگہ چھوڑے اسفند کی طرف بڑھی اور اب کندھے سے کندھا ملائے وہ دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے موبائل کی سکرین پر چلتی دران کی ویڈیو دیکھ رہے تھے۔جس میں وہ کسی ہوٹل کے بیڈ روم میں میرون گاؤن میں ملبوس لڑکی کو بانہوں میں اٹھائے ہوئے تھا۔

ویڈیو چل رہی تھی۔اور دونوں نفوس کی آنکھ کی پتلیوں میں چلتے عکس کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں موجود کچھ دیر پہلے کی نیند کا بوجھل پن اب یکسر معدوم تھا۔آنکھوں کا حجم حیرت سے بڑھ رہا تھا۔ویڈیو ختم

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہوتے ہی روبی نے کھلے منہ کے ساتھ حیرت زدہ چہرہ اوپر اٹھایا۔

یہ سب کیا ہے اسفی۔۔یہ دران۔۔۔یہ لڑکی کون ہے برھان؟وہ حیرت سے پھٹی نگاہیں متواتر اسفند اور برھان کی طرف گھماتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔

کام ڈاؤن مما۔حقیقت یہ نہیں ہے ابھی۔رکیں بابا موبائل دیں ذرا

برھان نے ہاتھ بڑھایا اور اسفند ملک سے موبائل مانگا جو حیرت زدہ بھنویں اکٹھی کیے بار بار سکرین پر موجود ویڈیو کو انگلی کی پور سے پیچھے کر کے دیکھ رہے تھے۔

برھان اب موبائل پر پھر سے انگلیاں چلا رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں ایک اور ویڈیو چلاتے ہی اس نے موبائل پھر سے اسفند ملک کی طرف بڑھایا۔اسفند نے نا سمجھی کی شکن ماتھے پر گہرے کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے موبائل تھاما اور پھر سے پاس پاس کھڑے دونوں نفوس کی نگاہیں موبائل سکرین پر جم گئیں۔اب کی بار حیرت کا نا ختم ہونے والا دورانیہ تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ کسی ہوٹل کے کمرے کا خوبصورت ٹیرس تھا۔دران سفید شرٹ اور گرے پینٹ میں ملبوس ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے اسی لڑکی کا ہاتھ تھامے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔لڑکی لجاتے اور مسکراتے ہوئے گلال ہو رہی تھی۔یہ لڑکی وہی تھی۔میرون گاؤن،دلکش سراپا،سانولی رنگت اور بڑی آنکھوں والی لڑکی۔دران اس لڑکی کا ہاتھ تھامے کچھ بول رہا تھا۔آواز واضح تھی۔

یو آر دی ون۔آئی وانٹڈ ٹو فائینڈ،ٹو ٹل دیٹ آئی نیڈ یو آل مائی لائف،فرام دس ڈے آن ٹل دا ریسٹ آف مائی لائف،ول یو میری می؟(آپ وہی ہیں جن کو میں ڈھونڈنا چاہتا تھا،یہ بتانا کہ مجھے اس دن سے لے کر اب تک ساری زندگی آپ کی ضرورت ہے،کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی) دران کے الفاظ اس کی دل کی گہرائیوں میں موجود جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

لڑکی نے خوشی سے اپنے چہرے کو ہاتھ سے ڈھانپا یہ مشرقی لجاجت کا انداز اس پر جچ رہا تھا۔وہ اب زور زور سے سر کو اثبات میں ہلا رہی

تھی۔مطلب وہ دران کا پرپوزل قبول کر چکی تھی۔اس کے بال اونچے سے جوڑے میں مقید تھے۔وہ بڑی پیشانی والی،درمیانے قد کی لڑکی تھی۔عام سے نقوش،کوئی خاص،کوئی الگ بات کھوجنے سے بھی نہیں مل رہی تھی۔دران نے اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور مسکراتے ہوئے ایک عدد انگوٹھی برآمد کی۔انگوٹھی اس کی انگشت انگلی اور انگوٹھے کی پور کے درمیان میں چمک رہی تھی اور پھر اس نے محبت اور نرماہٹ سے وہ انگوٹھی لڑکی کی انگلی میں پہنانے کے فوراً بعد اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے اس کی پیشانی سے سر جوڑ لیا۔دھیرے سے اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے اس کے کان کے قریب پتا نہیں کیا سرگوشی کی کہ وہ مسکرا کر اس کے سینے سے جا لگی۔

ملگجے اندھیرے کو چیرتی ہوئی روشنی پھیل رہی تھی۔سورج طلوع ہو رہا تھا اور خوبصورت ٹیرس میں ان دونوں کا سراپا بھی سورج کی ان ٹھنڈی کرنوں میں آہستہ آہستہ روشن ہو رہا تھا۔ویڈیو ختم ہو چکی تھی۔مگر درانگ ولاس کے اس کمرے میں موجود دونوں نفوس کو جیسے سانپ

سونگھ گیا۔

برھان نے گہری سانس لی اور ہاتھ بڑھا کر مجسم بنے اسفند ملک کے ہاتھ سے موبائل واپس پکڑا۔

یہ کیا ہے سب۔۔۔؟روبی کی حیرت میں ڈوبی آواز تھی۔جس نے اسفند کے ساکن وجود کو متحرک کیا۔

یہ لڑکی کون ہے؟اسفند ملک کی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

کوئی ایکٹریس ہے کیا؟روبی نے بھی برھان کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا

ایکٹرس۔۔شکل دیکھی ہے ایسی ایکٹریس ہوتی ہیں۔پتا نہیں کون ہے؟برھان نے ناک چڑھائی

کچھ دیر پہلے ہی اسے کسی دوست کا فون آیا۔وہ نیند سے جاگا اور پھر سو نہیں سکا۔دران کی یہ حرکت ہر کسی کے لیے حیران کن تھی۔

اسفی فون کریں دران کو کون ہے یہ؟یہ کیا معاملہ ہے۔چار دن میں کون سی ایسی لڑکی مل گئی چین میں۔دنیا کی حسین سی حسین لڑکی،امیر سے امیر لڑکی اس کی راہوں میں پلکیں بچھائے ہوئے ہے۔یہ کون ہے جو اب تک چھپی رہی اور اسے دران نے یوں آج پوری دنیا کے سامنے پرپوز بھی کر دیا روبی نے لب بھینچے،آنکھوں کو چندھی کئے پاس کھڑے اسفند ملک سے کہا جبکہ وہ اس کے کہنے سے پہلے ہی فون کان سے لگائے ہوئے تھے۔مگر دوسری طرف شائد دران فون نہیں اٹھا رہا تھا۔کچھ دیر بعد ہی کندھے ڈھلکائے وہ فون بند کر چکے تھے۔

نہیں اٹھا رہا ہے وہ۔اٹھائے گا بھی نہیں جانتا ہوں اسے۔صبر کرو پتا چل ہی جائے گا کیا ہے یہ سب۔انل کو ٹرائی کرتا رہوں گا وہی بتائے گا سب۔کچھ تو چکر ہے دران اور کسی لڑکی کو یوں پرپوز کر دے۔حیرت اس بات کی زیادہ ہے لڑکی انتہا کی معمولی ہے۔اسفند ملک کے لہجے میں بے یقینی اور تجسس تھا۔

روبی پریشانی میں لب کاٹ رہی تھی۔برھان نے موبائل پھر سے گاؤن

کی جیب میں ڈالا

آپ لوگوں کو کچھ پتا چلے تو مجھے بتا دیجیے گا۔ویسے وہ پاگل ہے اس سے کچھ بھی بعید ہے کندھے اچکائے وہ دونوں کو یونہی حیرت زدہ چھوڑ کر مزے سے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

رات کے آخری پہر اور صبح کی شروعات کے اس ملاپ کے وقت چین کے شہر شھنگائی میں یخ بستہ ہوائیں سردی کی لہر کو دگنا کر رہی تھیں۔مینگولہ ہوٹل کے اس واش روم میں ان دونوں کو کھڑے ہوئے اب ایک گھنٹے سے اوپر ہو چکا تھا۔جوی کے پاؤں اور ٹانگیں بری طرح شل ہونے لگی تھیں۔ہیل والے جوتے میں یوں اتنی دیر سے وہ کھڑی تھی۔آہستگی سے کمر کو پیچھے بنی شیلف سے ٹکائے اس نے نگاہ دران پر اٹھائی۔

وہ اپنے موبائل سکرین پر نگاہ جمائے کھڑا تھا۔اس کے انگوٹھے کی پور متواتر سکرین کو اوپر نیچے اچھال رہی تھی۔اس کے لبوں پر استہزئیہ

مسکراہٹ آہستہ آہستہ گہری ہو رہی تھی۔

اس بات کے بعد سے لے کر اب تک ان کے درمیان خاموشی کا راج تھا۔وہ اسے بتا چکا تھا کہ ان دونوں کو باہر نکل کر ایک جھوٹا ناٹک کرنا ہے۔یہ ڈرے سہمے چہرے کے ساتھ تو کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔دران نے اسے وقت دیا تھا کہ وہ اپنے حواس بحال کر سکے اور خود موبائل سکرین پر نگاہیں جما کر کھڑا ہو گیا۔

بروس کی ڈالی ہی ویڈیو بیس منٹ کے اندر اندر ہر جگہ بری طرح وائرل ہو چکی تھی۔وہ ایک سیلبریٹی ہونے کے ساتھ بہت سے لوگوں کی انسپی ریشن بھی تھا۔ویڈیو ایسی تھی کہ اس کے پچھلے پانچ سالوں میں بنائے گئے امیج کی دھجیاں اُڑ رہی تھی۔کمنٹس میں لوگ اسے گالیاں تک دے رہے تھے۔

وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں ایک نامحرم لڑکی کے ساتھ یوں اس حالت میں تھا لوگوں کا نفرت کرنا بنتا تھا۔ابھی تک لوگوں کو یہی لگ رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو چکا ہے جو اس کی

شخصیت اور اس کے بنائے ہوئے امیج کے برخلاف تھا۔

وہ مات پر شہہ مات دینے کا سوچ چکا تھا۔لوگوں کے کمنٹس پر اس کے تن کر سخت ہوتے جبڑے اور کنپٹی کی رگیں کچھ لمحے کے لیے ہی واضح رہی تھیں۔اس کے بعد تو اس کی آنکھوں کی بڑھتی چمک اور لبوں کی استہزائیہ مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی۔وہ درانگ صرف نام کا نہیں تھا۔لوگ اسے صرف ایک فلمسٹار کی حیثیت سے دیکھتے اور پرکھتے تھے۔وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی لوگوں کے گلے کاٹنے اور سر پھاڑ دینے جیسے کارنامے کر چکا ہے۔وہ چاہتا تو اسی وقت جا کر ان کے گریبان تھام لیتا۔جوی کو یہاں سے بھگا کر لے جاتا۔پولیس سٹیشن چھوڑ دیتا اس کے بیان دلواتا۔لیکن جانتا تھا یہ مافیا اتنا کمزور نہیں ہے۔لڑکی ان کے تہہ خانوں تک پہنچ کر واپس آئی تھی۔ایسی لڑکی کا وہ موت تک پیچھا کرتے ہیں۔

دران نے موبائل بند کیا اور نگاہ اٹھائے سامنے کھڑی جوی کی طرف دیکھا۔ڈری سہمی وہ سردی سے کپکپا رہی تھی۔

سنیں باہر جانے کا وقت ہے اب چلیں

تیزی سے ایک ہی سانس میں پوری بات کہنے کے بعد وہ اب رخ موڑے واش روم کا دروازہ کھول رہا تھا۔جانتا تھا بروس اور ہاروی کی اس وقت تک بس ہو چکی ہو گی اور وہ سو چکے ہوں گے۔اب اس کے وار کی باری تھی۔ان کے نیند سے جگانے سے پہلے پہلے وہ ساری گیم بدلنے والا تھا۔

وہ کمرے سے باہر آ چکے تھے۔دران نے پیچھے مڑ کر جوی کی طرف دیکھا جو آہستگی سے اس کی تقلید کر رہی تھی۔بہت دیر کھڑے رہنے کے باعث شائد اس سے چلنے میں اب دشواری ہو رہی تھی۔

ہمیں ٹیرس پر جانا ہے

ایک ہاتھ سے اسے ٹیرس پر جانے کا اشارہ کرتا ہوا وہ خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔بیرونی دروازے کے باہر گلدان میں کچھ دیر پہلے انل اپنی انگوٹھی رکھ گیا تھا۔دران کو اب وہ انگوٹھی اٹھانی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

انگوٹھی اٹھانے کے بعد وہ سیدھا ٹیرس پر آیا جہاں جوی ہاتھوں کی انگلیاں چٹخاتی پریشان حال کھڑی تھی۔دران نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر ٹیرس کی ریلنگ پر موبائل کو سیٹ کیا۔

کمرے کی بائیں طرف کی دیوار میں سلائیڈنگ دروازے کے ذریعے ملحقہ یہ ٹیرس کمرے سے کم خوبصورت نہیں تھا۔ٹیرس کی ریلنگ کے ساتھ انگنت گملے مختلف رنگوں کے پھولوں سے ڈھکے تھے۔دائیں طرف خوبصورت جھولا اور بائیں طرف دو کرسیوں کے سامنے میز لگا تھا۔

ٹیرس کے بلکل سامنے شھنگائی کی خوبصورت آسمان سے باتیں کرتی عمارتیں تھیں۔جن میں چمکتی روشنیاں اب اس ملگجے اندھیرے میں قدرت کے حسین منظر کے ساتھ انسانوں کے بنائے گئے شہکار کا دلکش امتزاج لگ رہی تھیں۔

دران موبائل پر ویڈو ریکارڈنگ سیٹ کرنے سے پہلے اس کی طرف مڑا جو بے پناہ پریشانی چہرے پر سجائے کھڑی تھی۔

دیکھیں یہ پریشانی چہرے پر سے ختم کریں۔پلیز۔ز۔ز۔اگر آپ اس سب

ناٹک میں میرا ساتھ نہیں دیں گی تو میں کسی صورت آپ کو نہیں بچا سکوں گا۔سو پلیز پیچھے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اسے ایک بھیانک خواب سمجھ کر بھلا دیں رعب دار لہجے میں وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

پھر پورے پلین کے مطابق وہ ویڈیو چلانے کے بعد ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

جوی نے حیرت سے اس کو دیکھا وہ اس سرمئی اور ٹھنڈی سی ہلکی چھیلتی روشنی میں اس منظر کا سب سے حسین حصہ لگ رہا تھا۔

زندگی ایک حیران کن سفر ہے یہ تو وہ جانتی تھی مگر اس کی زندگی کا ہر آنے والا پل بے یقینی اور نا ممکنات لیے ہوئے تھا۔دل نے شائد یہ لمحہ چپکے چپکے کتنی بار چاہا ہو گا جو آج اس کے ساتھ پیش آ رہا تھا لیکن یہ سب جھوٹ تھا حقیقت میں اس کے سامنے بیٹھا یہ حسین شخص کبھی اس کا نہیں ہو سکتا۔

دران نے گھور کر اس کی طرف دیکھا جو ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ ایک جھٹکے سے دانت پیستے ہوئے کھڑا ہوا۔

فار گاڈ سیک۔آپ نے کبھی کسی لڑکی کو دیکھا نہیں کیا۔جب لڑکا اسے پرپوز کرتا ہے تو اس کی حالت کیسی ہوتی ہے؟وہ بری طرح اس پر چیخ رہا تھا۔

جوی نے اس کے یوں دھاڑنے پر جھرجھری لی۔دران غصے سے سرخ چہرہ لیے کھڑا تھا۔اس کا غصہ بجا تھا۔اس وقت ان کا ایک ایک سکینڈ قیمتی تھا۔

اگر یوں ہونقوں کی طرح کھڑی ہوں گی تو کل میڈیا کے سامنے کیا خاک بیان دیں گی آپ۔وہ جبڑے پیوست کیے اس پر برس رہا تھا۔

س۔س۔سوری۔۔۔گھبرائی آواز میں کہتی وہ بری طرح نادم ہوئی

پوری طرح ایکٹنگ کریں جیسے میں کر رہا ہوں۔کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے دران نے بمشکل غصے پر قابو پاتے ہوئے۔ہاتھ کھڑا کیا جیسے اسے آخری دفعہ خبردار کر رہا ہو۔

انداز ایسا تھا کہ اب کی بار ٹھیک اداکاری نا کی تو تھپڑ پڑے گا۔جوی نے

www.neweramagazine.com

تیزی سے سر اثبات میں ہلایا۔وہ پھر سے کالر درست کرتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔اس کے ہاتھ تھامتے ہی جوی کی دھڑکنیں خود بخود بے ترتیب ہو چکی تھیں۔

یو آر دی ون۔آئی وانٹڈ ٹو فائینڈ،ٹو ٹل دیٹ آئی نیڈ یو آل مائی لائف،فرام دس ڈے آن ٹل دا ریسٹ آف مائی لائف،ول یو میری می؟(آپ وہی ہیں جن کو میں ڈھونڈنا چاہتا تھا،یہ بتانا کہ مجھے اس دن سے لے کر اب تک ساری زندگی آپ کی ضرورت ہے،کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی) دران کا لہجہ اتنے دن سے تنے ہوئے اعصاب پر پھوار کا کام کر رہا تھا۔

وہ اس کی انگلی میں انگوٹھی پہنا رہا تھا۔انگوٹھی اتنی کھلی تھی کہ اس کی انگلی میں گھوم گئی۔دران نے اس کے ہاتھ کو نہ تھام رکھا ہوتا تو شائد نیچے گر جاتی۔دران اب اٹھ کر اس کے مقابل کھڑا ہو چکا تھا۔سر اس کے سر سے جوڑے آہستگی سے سرگوشی کی۔

گڈ اب اور پاس آؤ۔آنکھیں بند کر لو

وہ اسے اپنی بانہوں میں بھرے سینے سے لگا چکا تھا۔آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں اسے کسی قسم کے ناٹک کی ضرورت نہیں تھی۔

کاش یہ وقت یہیں تھم جائے۔سورج کی کرنیں یہیں ان کے اوپر تھم جائیں۔وہ اسے یوں ہی سینے سے لگائے رکھے۔اس کی خوشبو یونہی سانسیں مہکائیں۔ایک ملاقات میں اس کی جھلک دیکھنے کا طلبگار دل اب مزید خواہشیں کرنے لگا تھا۔

انسان جس خواہش کو اپنی واحد خواہش سمجھ کر اس کے حصول کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔خواہش کے پورے ہونے پر اسے پتا چلتا ہے یہ اس کی واحد خواہش نہیں تھی یہ تو اس کی انگنت خواہشات کی شروعات تھی۔ایک خواہش کی تکمیل اگلی خواہش کو جنم دیتی ہے۔

دران اس سے الگ ہونے کے بعد اب موبائل کی طرف بڑھ گیا تھا۔

دران نے مطلوبہ ویڈیو کو کٹ کرنے کے بعد نگاہ اٹھائے اس کی طرف دیکھا تو وہ وہیں مجسم کھڑی تھی۔

تم بیٹھ جاؤ یہیں ابھی روم میں نہیں جا سکتے ہم مصروف سے لہجے میں حکم صادر کرتا وہ پھر سے موبائل پر سر جھکا چکا تھا۔

اس حکم پر جوی کی تو جیسے جان میں جان آئی۔پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے ہی ٹانگوں اور پاؤں کو سکون ملا۔چور نگاہ اس پر ڈالی

کیا وہ نہیں تھکا؟فکر مندی سے سوچا۔دران اب بھی ریلنگ سے کہنی ٹکائے ایک ہاتھ میں موبائل تھامے مصروف کھڑا تھا۔جل زدہ بال اب ٹھنڈی ہوا سے اڑ کر ماتھے پر بکھر رہے تھے۔

سفید ناک کی اوپر جلد ٹھٹھرتی ہوا سے سرخ ہو رہی تھی۔وہ بار بار بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔بھنویں اکٹھی تھیں۔چہرے پر ساری رات جاگنے کے ہلکے سے آثار تھے۔

سات سالوں کے بعد میں جب اپنی پہلی محبت سے ملا تو احساس ہوا وہی میری آخری اور دائمی محبت ہے

ویڈیو پر کیپشن دینے کے بعد وہ اسے اپ لوڈ کر چکا تھا۔

دیکھا درانگ کبھی غلط نہیں ہو سکتا ہے۔ایسا ہوتا ہے مرد جو صرف

ایک ہی لڑکی سے محبت کرتا ہے اور اتنے سالوں بعد ملنے پر اسے فوراً

پرپوز کر دیا۔واؤ دل جیت لیا

ہاں یہ اصل زندگی میں بھی ہیرو نکلا

وی لو یو درانگ

درانگ نے دل توڑ دیا۔۔۔لڑکی تو پیاری ہوتی

یقین نہیں آتا یہ ایسی لڑکی سے محبت کرتا تھا

محبت اندھی ہوتی ہے درانگ آج یقین ہوا

لڑکی ذرا نہیں پیاری

کلک کی متواتر آواز کے ساتھ ویڈیو کے نیچے کمنٹس بڑھ رہے تھے۔انل

کا منہ اور آنکھیں پوری کھلی تھیں۔

کچھ دیر پہلے دران کی مسلسل آتی فون کال کی گھنٹی کے باعث وہ نیند

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے جاگا تھا۔دران نے پیغام میں کوئی ویڈیو لنک بھیجے تھے۔جن کو دیکھ کر اس کا دماغ گھوم گیا۔

اس کے پیغام میں کچھ اور تفصیل بھی تھی جس میں وہ اس لڑکی کو بچانے کے بارے میں اسے کچھ بتا رہا تھا۔انل نے اس تفصیل پر پھٹی پھٹی آنکھوں سے سرسری نگاہ دوڑائی۔وہ ہر بار کی طرح معاملے کی تہہ میں گھستا چلا جا رہا تھا۔اب بھی اس معاملے کے دلدل میں ٹانگوں سے آگے دھڑ تک پیوست ہونے کے بعد وہ اسے سب بتا رہا تھا۔

پیغام سکرین بند کیے وہ دران کو فون ملا چکا تھا۔فون کی گھنٹی کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں خوف کا سایہ بھی ڈیرے ڈال رہا تھا۔اس طرح کے معاملوں میں دران اس کے ساتھ ہمیشہ سے یہی سب کرتا تھا۔اسے بنا بتائے سارے کام کرتا تھا۔وہ جانتا تھا انل اسے یہ سب کبھی نہیں کرنے دے گا۔غصے سے نہ صرف انل کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا بلکہ ایک انجانے سے خوف کے باعث وہ بار بار پیشانی پر آتے ٹھنڈے پسینے صاف کر رہا تھا۔دوسری دفعہ کی فون بل پر وہ فون اٹھا چکا تھا۔اس کے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فون اٹھاتے ہی انل اس پر برس پڑا۔

دران یہ کیا ہے سب جو میں دیکھ رہا ہوں

وہ بیڈ پر بیٹھا تھا اب اس کے فون اٹھانے پر بے چینی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

یہی ہے سب جو میں نے دکھایا۔اس لڑکی کو مدد چاہیے

دران نے کن اکھیوں سے کچھ دور بازؤں کو رگڑرتی جوی کی طرف دیکھا۔وہ لوگ اب بھی ٹیرس پر ہی موجود تھے۔جوی اب کچھ دوری پر کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ وہ جھولے میں بیٹھا تھا۔یہاں رات میں دن جیسی چہل پہل تھی اور دن میں رات جیسی خاموشی تھی۔سفیدی پھیل گئی تھی۔ہر چیز روشن تھی۔

دونوں پاؤں فرش پر جوڑے وہ جھولے کو اپنے وزن سے جھولنے سے روکے ہوئے تھا۔کین کے پائپ سے تیار کیا ہوا جھولا آدھے انڈے کی شکل کا تھا جس کے اوپری سرے کو موٹی زنجیروں کی مدد سے چھت

میں پیوست کیا گیا تھا۔فون کے دوسری طرف موجود انل اس پر مسلسل چیخ رہا تھا۔ہر مشکل میں وہ اس کے ماں باپ کا کردار باخوبی نبھاتا تھا۔

تم۔۔۔پاگل ہو آج میں ساری دنیا کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔تم پاگل ہو۔کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی ایک انجان لڑکی کے لیے۔کیا پتا وہ جھوٹ بول رہی ہو۔ان جیسی ہزاروں ایسی ہوتی ہیں کیا سب کو بچا سکتے ہیں ہم؟

انل ایک ایک لفظ غصے میں چباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اپنے کمرے کے وسط میں کھڑا وہ غصے سے لال انگارا ہو رہا تھا۔

نہیں سب کو نہیں اسے بچانا ہے

بڑی تحمل مزاجی سے جواب آیا۔جوی اس کی آواز سننے کے لیے کانوں کو کھڑا کیئے پوری طرح چوکنی ہوئی تھی۔دران کی اس بات پر جیسے روح نے اس شخص کو سر پر بیٹھا لیا۔دل میں تو وہ رہتا ہی تھا۔اب اس کا مقام اس سے بھی اونچا تھا۔

کیوں بھئ یہ کون ہے تمھاری، پھپھو کی۔۔۔

انل کا پارہ بری طرح چڑھ چکا تھا۔

جوی ہے یہ

انل کی بات کو کاٹتے ہوئے بڑے آرام سے جواب دیا۔دوسری طرف یک لخت خاموشی چھائی۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔۔سکینڈ

جوی!!!!!کون جو۔۔۔ی۔۔۔ تحیر زدہ لہجہ میں سوال کیا۔انل نے بھنویں اکھٹی کیں دران کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ذہن نے گھوڑے دوڑائے۔ایک ہی تو جوی تھی پوری دنیا میں جسے وہ جانتا تھا۔کچھ دیر کی توقف کے بعد ہی وہ جوی کو یاد کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

جوی جان۔۔۔وہ جووت کی بہن؟

نیم مردہ سے لہجے میں سوال کیا حالانکہ یہ جواب تھا۔چھت کی سیڑھیوں

میں کھڑی لڑکی جو بے چینی سے دران کا پوچھا کرتی تھی۔ذہن کے پردوں پر ماضی کے چند لمحے تیزی سے سرکے

ہاں وہی جس نے مجھے چھت سے گرنے سے بچایا تھا

دران نے مزید تفصیل سے آگاہ کیا۔وہ اب جھولے پر سے اٹھ چکا تھا۔جھولا اس کے عقب میں آہستہ آہستہ جھول رہا تھا۔

جوی نے حیرت سے دران کی طرف دیکھا ایسا کون تھا جسے وہ اس کا نام بتا کر شناخت کرنے پر چھوڑ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جانتا ہوں اسے میں مگر۔۔۔وہ یہاں اور ایسے۔۔۔۔کیسے؟

انل نے پریشان سے لہجے میں استفسار کیا۔الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

بہت لمبی کہانی ہے اسی سے سن لینا۔فلحال مجھے تمھاری مدد چاہیے دران نے ریلنگ پر ہاتھ دھرے تھوڑا سا آگے جھکتے ہوئے کہا۔اچٹتی نگاہ لان کے سوئمنگ پول سے آگے ہوٹل کی بیرونی دیوار سے ٹکرا کر واپس پلٹی۔

تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ لوگ جوی کا کتنا دھیان رکھے ہوئے ہیں

ہوٹل کے باہر سیلور۔۔۔؟

دران نے بات کو روک کر جسم کو ہلکا سا خم دیتے ہوئے جوی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔گاڑی کا رنگ سیلور ہی بتایا تھا جوی نے وہ اس بات کی تصدیق چاہ رہا تھا۔جوی جو اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہوئے اس کی باتوں پر کان کھڑے کیے ہوئے تھی فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

ہاں۔ں۔ں ہوٹل کے باہر سلور کلر کی گاڑی ہے۔اس میں دو لڑکے دیکھو وہ وہاں ہیں؟کیا وہ نگرانی کر رہے ہیں؟

انگشت انگلی کو لبوں پر دھر کر حکم صادر کیا۔پھر فون کو کان اور کندھے کے بیچ پھنسا کر جیب سے سگریٹ کیس نکالا۔

ہم اسے یہاں سے لے کر بھاگ رہے ہیں کیا؟

انل نے اچھنبے سے سوال کیا۔پریشانی سے اپنے کمرے میں موجود میز کی طرف قدم بڑھائے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں تو بھاگنا کیوں ہے

وہی اطمینان بھرا لہجہ۔ایک سگریٹ انگلیوں کی پوروں میں دبا کیس سے باہر آ چکا تھا۔اور اب لبوں کے درمیان میں جکڑا ہوا تھا۔

تو اور کیا کر رہے ہیں پھر؟وہ لوگ خطرناک ہیں۔یہ ان کی لڑکی ہے

انل پھر سے برہم ہوا۔میز پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا۔گلا خشک ہونے لگا تھا۔گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

کس نے کہا یہ ان کی لڑکی ہے؟

ڈھیٹ پن کی انتہا تھی۔لائٹر سگریٹ کو شعلہ دے رہا تھا۔اور پھر سگریٹ جلنے لگا۔بھنوں کے ساتھ آنکھ کی پتلیاں بھی لمحہ بھر کو سکڑیں جن میں رتجگے کی وجہ سے ہلکی سی لالی نمایاں تھی۔

مطلب؟

انل نے آبرؤ اچکائے۔خالی گلاس واپس میز پر رکھا۔

کرنے آئیں گے کہ یہ ان کی لڑکی (prove) کیا وہ یہ سب پرؤو

ہے؟کبھی نہیں وہ چھپ کر یہ جنگ لڑیں گے

بڑے آرام سے جواب دیا۔فون کو بائیں ہاتھ سے کان کو لگایا اور دائیں ہاتھ میں سگریٹ کو انگلیوں میں دبایا۔

وہ ایسا ہی کریں گے لیکن وہ اسے چھوڑیں گے بھی نہیں۔دران یہ بہت مشکل ہے۔مجھے اس دن سے کھٹک رہا تھا کہ تم یوں کیوں سب کرتے جا رہے ہو۔دیکھو ابھی بھی میں کہہ رہا ہوں اسے چپ چاپ پولیس کے حوالے کرتے ہیں۔دیٹس اٹ

انل نے ہوا میں ہاتھ سے لکیر کھینچی۔جیسے کوئی پتھر پر لکیر کھینچ دے۔دوسری طرف دران کا کھوکھلا مگر طنزیہ سا قہقہ گونجا۔

ہاں پولیس کے حوالے کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ کسی نہ کسی طرح اسے وہاں سے اٹھا لیں۔یہ مدد تو نہ ہوئی

دران اب اپنے ارداے سے بلکل پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔سگریٹ کا دھواں پل بھر کو اس کے چہرے کے آگے منڈلاتا تھا۔پھر ہوا میں گھل

کر چھٹ جاتا۔انل نے گہری سانس خارج کی۔جیسے کوئی ہتھیار پھینک دے۔

تو تم کیا اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے؟

نہیں پاکستان پہنچانا ہے اسے

پر عزم لہجہ۔۔۔۔بے خوف آنکھیں۔۔۔مضبوط ارادے۔۔۔جوی نے چونک کر نگاہ اس کے چہرے پر ٹکا دی۔وہ کیا تھا۔تو آج سمجھ آنے لگی تھی۔وہ اس کی زندگی میں نہ ہو کر بھی کیوں ہر پل تھا۔اس کی ایک ملاقات کیوں اس کے ہر رشتے پر بھاری ہو گئی تھی۔وہ اس کی زندگی میں ایک اہم حصہ تھا۔اس کا لاشعور بہت پہلے اسے پہچان چکا تھا۔یہی وجہ تھی وہ اور اس کا دل اسی طرف کھنچتا تھا۔اس کی روح اس کے لیے تڑپتی تھی۔

سامنے اس ٹھٹھرتے ٹیرس کی ریلنگ سے ٹیک لگائے۔سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے بناتا وہ شخص آج پھر سے اس کی رگ و پے میں سرائیت کرنے لگا تھا۔

وہ سچ جسے اتنے عرصے سے وہ جھٹلاتی رہی تھی۔دل آج سر خم کئے اسے تسلیم کر رہا تھا۔وہ اس سے محبت کرتی تھی۔بے پناہ محبت۔روح کی گہرائیوں سے کی جانے والی پاکیزہ محبت جس میں محبوب کی ایک جھلک کی طلب ہی کافی ہوتی ہے۔

معرفت کی آخری حد کو پرکھتی محبت۔۔مجازی سے حقیقی کے آگے جھکنے پر مجبور کرتی محبت۔۔۔عشق کے کناروں کو چھوتی محبت۔۔۔تخیل سے حقیقت تک کا سفر کرتی محبت۔دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔نگاہیں اس کے ہر نقش کو احترام سے چھو کر واپس پلٹیں۔

وہ اسے لی تاؤ کے متعلق ساری معلومات دے چکی تھی۔گو کہ اُس وقت اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔مگر وہ لی تاؤ کے گاؤں کا نام جانتی تھی۔وہ اب فون کے دوسری طرف موجود نفس کو اسی گاؤں کے متعلق بتا رہا تھا۔

فلحال ہمیں اس لڑکی کے ساتھ لاویا جانا ہے ابھی۔ایک آدمی سے اس کا پاسپورٹ لینا ہے۔تم بس یہ دیکھو باہر جا کر کہ وہ دونوں لڑکے کہاں

ہیں اس وقت؟

وہ اپنی آگے کی مکمل پلیننگ اُسے ایک ہی سانس میں بتا گیا۔انل نے لب بھینچے بولنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔دران کی طرف سے فون بند ہو گیا تھا۔

ملک ہاؤس میں آج چہل پہل معمول سے ہٹ کر تھی۔عصر کے بعد کا وقت تھا۔پورے گھر میں بہت سے لوگوں کی آوازوں کا بے ہنگم شور برپا تھا۔طلعت کی شادی کے بعد اب جا کر گھر میں رونق لگی تھی۔عصمت کی بیٹی فائقہ ابھی سولہ برس کی ہوئی تھی۔لیکن رشتہ اچھا مل جانے کے باعث اس کی نسبت طے کر دی گئ تھی۔بظاہر تو اس تقریب میں قریبی رشتہ دراوں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔لیکن پھر بھی گھر بھر میں دھما چوکڑی جیسا سماں تھا۔

فائقہ کے سسرال والے خاصے دولت مند تھے۔اس لیے تقریب بھی ان کے شان شایان رکھی گئ تھی۔عصمت نے تو ایڑی چوٹی کا زور لگایا

کہ کہیں تقریب باہر ہوٹل میں رکھ دی جائے لیکن اسفند اور یاور نے ملک ہاؤس کے لان کو ہی قابل قبول حالت تک سجا دیا تھا۔

چھوٹے سے لان کے وسط میں سٹیج بنایا گیا تھا۔اور اس کے سامنے مہمانوں کے لیے کرسیاں لگائی جا رہی تھیں۔دران سٹیج کے آگے،بکھرے بالوں اور ملگجے حلیے میں کرسیاں لگوا رہا تھا۔سبز اور سیاہ رنگ کی چیک دار شرٹ کے نیچے گھسی سی نیلی جینز میں ملبوس وہ سولہ سالہ دران آج صبح سے گھر کے نا ختم ہونے والے مختلف کاموں میں جتا تھا۔

گھر میں کسی کو خیال تک نہ تھا کہ اس کے سالانہ امتحانات ہیں۔ہوتا بھی کیسے گھر میں کسی کو ڈھنگ سے یہ تک نہیں پتہ تھا کہ اب وہ دسویں جماعت میں ہے تو اس کے امتحانات کا خاک پتہ ہونا تھا۔

لان کی گھاس کی کٹائی کل شام کو کر دی گئ تھی۔اب کرسیوں کی صاف صفائی کرنے کے بعد ان کو قطاردر قطار لگایا جا رہا تھا۔

دران بات سنو سونیا نے پورچ سے آگے آتے ہوئے اسے ہانک

لگائی۔نیلے رنگ کے بھاری بھرکم جوڑے کو سنبھالتی وہ اب پورچ سے آگے لان کے پاس آ رہی تھی۔

دران سجاوٹ والوں سے اب سٹیج کے پیچھے پھولوں کی سجاوٹ کروانے میں مگن تھا جب عقب سے سونی کی آواز پر پلٹا۔وہ اسے پکارا کر آگے آ رہی تھی۔ہاتھ میں سیاہ رنگ کا کوئی شاپر پکڑا رکھا تھا۔ویسے تو وہ گھر بھر کا ملازم ہی تھا لیکن سونیا تو اس پر اپنا الگ ہی رعب سمجھتی تھی۔

دران کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ شاپر سے کچھ باہر نکال رہی تھی۔دران بلکل اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوا نگاہ بے ساختہ اس کے ہاتھوں پر گئی۔سونی کے ہاتھ میں تہہ شدہ سیاہ ڈریس پینٹ اور سفید شرٹ تھی۔شرٹ کو اچھی طرح استری کر کے پرانی سے نئ بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی۔

یہ جوڑا رکھ لو آج شام پہننے کے لیے

شاپر سمیت اس نے پینٹ شرٹ دران کی طرف بڑھائی۔دران نے لب بھینچے نگاہ جیسے ہی جوڑے پر ڈالی وہ فوراً مصنوعی مسکان سجاتی تیزی سے

گویا ہوئی۔

احمد کا ہے اس نے بس کوئی ایک دفعہ ہی پہنا تھا۔اتنا پرانا تو نہیں ہے خجل لہجے میں وضاحت دی۔

احمد سونیا اور روبی کا بھتیجا تھا اور دران کا ہم عمر تھا۔یاور نے بظاہر تو دران کو گود نہیں لیا تھا۔لیکن اس کی جاب میں ترقی ہونے کے باعث دران کے کپڑوں جوتوں کا خرچ وہ اٹھاتا تھا۔اب بھی فائقہ کی نسبت کی تقریب کے لیے اس نے سونیا کو راہب اور سبرینا کے ساتھ ساتھ دران کے نئے جوڑے کے پیسے بھی دیے تھے۔لیکن وہ ہر دفعہ کی طرح تقریب پر بھی اپنے بھتیجے کا ہی اترا ہوا جوڑا دران کے لیے اٹھا لائی تھی۔

دران نے جوڑے اور شاپر کو تھاما۔اور خاموشی سے سر جھکائے پلٹا۔

سنو۔۔۔

عقب سے سونیا نے پھر سے پکارا۔اس سے پہلے کے وہ پلٹتا سونیا خود ہی

آنکھیں گھماتی اس کے بلکل سامنے آ گئی تھی۔

یاور تم سے پوچھیں تو یہی بتانا تم ساتھ گئے تھے اور یہ اپنی پسند سے لیا ہے

دران کے کندھے پر ہاتھ رکھے وہ اسے ہر بار کی طرح یاور سے جھوٹ بولنے کی تاکید کر رہی تھی۔دران نے نگاہ اٹھائی اور پھر سے اسی طرح خاموشی سے قدم آگے بڑھائے۔

منہ سے کبھی کچھ پھوٹ دیا کرو بھئی

سونیا نے اس کا کندھا جھنجوڑ کر اسے روکا تھا۔دران جو اس کے یوں جھنجوڑنے سے ہلکا سا مڑا تھا جواب دینے کے بجائے سر اور جھکا لیا۔پتہ نہیں کیوں مگر سونیا کی عزت کرنے کی دو وجوہات تھیں۔یاور اور سبرینا۔سبرینا کو وہ اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح چاہتا تھا۔بچپن میں وہ زیادہ طر اسے سنبھالتا تھا اور پھر وہ تھی بھی اتنی پیاری کہ اس کی خاطر وہ سونیا کی ہر زیاتی برداشت کر جاتا تھا۔یاور جتنی چاہت اس پر لٹاتا تھا۔وہ جواب میں اتنا ہی سبرینا کا دھیان رکھتا تھا۔

کیا کہو گے یاور سے بتاؤ مجھے سونیا تیکھے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔دران نے ضبط سے لب بھینچے اور پھر منہ کھولا۔

وہی جو آپ نے کہا

آہستگی سے جواب دیا اور فوارا لب اسی طرح ایک دوسرے میں پیوست کیے۔

ارے بھئی میں نے کیا کہا منہ سے بول کر بتاؤ

سونیا نے جھنجلا کر ڈپٹنے کے انداز میں کہا۔دران نے بمشکل لب کھولے۔جبکہ ہاتھوں کی گرفت شاپر پر بڑھ کر ضبط کی عکاسی کر رہی تھی۔

آپ ساتھ لے گئیں تھیں۔میں نے اپنی پسند سے لیا ہے یہ جوڑا دران نے لفظ با لفظ اس کا کہا جملہ دہرا دیا۔

ہوں شاباش۔۔اچھا یہ اپنا جوڑا استری کرو تو ساتھ سبرینا اور راہب کے بھی جوڑے استری کر دینا۔کمرے میں بیڈ پر پڑے ہیں

مطلی مسکان سجاتی وہ اسے ایک اور حکم صادر کر گئی لیکن وہ جانتا تھا سبرینا اسے کبھی کپڑے استری نہیں کرنے دے گی بلکہ اس کے بھی کر کے دے گی۔اس لیے سر اثبات میں ہلا دیا۔شاپر کو تھامے وہ سونیا کے جانے کے بعد پھر سے لان کی طرف بڑھا جب پیچھے سے ایک بار پھر سے آواز پڑی۔مگر اب کی بار آواز سونیا کی نہیں شازیہ کی تھی۔

رکو دران ادھر آؤ شازیہ ارد گرد دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

قریب آتے ہی رازدانہ انداز میں کندھا پکڑ کر پاس ہوئی۔وہ اپنی پوری فیمیلی سمیت کل رات ہی پنجاب سے کراچی پہنچی تھی۔

میں اور تمھارے پھپھا اس دفعہ پھر سے اسفی بھائی سے تمہیں ساتھ لے جانے کی بات کرنے والے ہیں

رازدانہ انداز میں وہ لگی لپٹی کے بجائے سیدھی اپنی بات پر آئی تھی۔دران نے ہر بار کی طرح اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

دیکھو تم اب بڑے ہو گئے ہو۔ سمجھدار ہو اپنا اچھا برا جانتے ہو۔یہ سب تمھارے اپنے، تمھارے سگے نہیں ہیں۔میں تمھاری سگی پھپھو ہوں۔نوین بھائی کی سگی بہن۔اصل میں تو تمہیں میرے پاس ہونا چاہیے میرے گھر

نرمی سے دران کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ ہر سال کی کہی ہوئی باتیں دہرا رہی تھیں۔

دران کا ذہن اس کے سگے ہونے کی کبھی تصدیق نہیں کرتا تھا اور آج بھی شازیہ کو لے کر اس کے احساسات ایسے ہی تھے۔وہ اس کی سگی نہیں تھی۔وہ دران کے ذہن کے احساسات سے یکسر انجان اپنی ہی کہے جا رہی تھی۔

بس جب ہم تمہیں یہاں سے لے جانے کی بات کریں تم سب کے سامنے اپنی جائیداد کی بات کر لینا۔یہ کہ میرا حصہ میری پھپھو کے نام کریں اور اب میں ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہوں گا

اصل بات کرتے ہوئے وہ اسے پچکار رہی تھیں۔نہیں کسی کو فکر تھی اس کے مستقبل کی۔نہیں فکر تھی اس کی ذہنی حالت کی۔فکر تھی تو بس

نوین کی جائیداد کی جو اس کے نام ہونی تھی۔

سمجھ گئے نہ کیا کہہ رہی ہوں میں

وہ دران کی ٹھوڑی تھامے محبت سے پوچھ رہی تھی۔دران نے آہستگی سے سر کو اثبات میں ہلایا۔

ایسے نہیں بھئی بول کے بتاؤ کیا کہو گے اسفی بھائی سے شازیہ نے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا۔دوسری طرف خاموشی تھی

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین سکینڈ۔۔۔جانتا تھا وہ ایسے جان چھوڑنے والی نہیں ہیں۔

یہی کہوں گا کہ میری جائیداد شازیہ پھپھو کے نام کریں

دران نے جان چھڑانے کے لیے ایک ربورٹ کی مانند ان کی کہی ہوئی بات دہرائی۔سپاٹ چہرہ جبکہ جبڑے سختی سے باہر کو ابھر رہے تھے۔

ہائے صدقے میں واری۔میرے ویر کی آخری نشانی ہے تو۔میں تجھے اچھے کالج میں پڑھاؤں گی۔اب دیکھتی ہوں کہ کیسے اسفی بھائی تمہیں

روکتے ہیں۔

اس بات پر تو وہ نہال ہوتی ہوئی اس کی پیشانی چوم گئی تھیں۔دران کو ان سب کے اس ناٹک سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

نوین کی جائیداد کی خاطر وہ بچپن سے ہی گھن چکر بنا ہوا تھا۔اب تو اسے اس سب کے لالچ کی عادت ہو گئی تھی۔شازیہ کی جھوٹی محبت سے لاپرواہی برتتے ہوئے اس نے نگاہ گھڑی پر اٹھائی۔رات کو اسے انل کی طرف جانا تھا۔صبح پیپر تھا اور اس نے ایک لفظ نہیں پڑھا تھا۔اب انل کے ساتھ مل کر پڑھنا تھا۔لیکن اس کا جانا تقریب کے بعد ہی ممکن ہو سکتا تھا۔شازیہ آنکھوں میں فتح لیے جا چکی تھی اور وہ شاپر ایک طرف کرسی پر پھینک کر پھر سے کاموں میں جت گیا تھا۔

انل کے ساتھ دوستی کو جتنے سال زیادہ ہو رہے تھے۔دوستی اتنی ہی گہری ہوتی جا رہی تھی۔اُس کی خاطر توصیف سے ٹکر لینے کے دن سے لے کر آج تک وہ سایے کی طرح دران کے ہمراہ تھا۔دوسرے لڑکوں کی طرح وہ اس کی عجیب عادتوں سے گھبرا کر دور نہیں ہوا تھا بلکہ اور

قریب آ گیا تھا۔

انل ایک بہت ہی شریف، تحمل مزاج اور محبت کرنے والا لڑکا تھا۔دران کو کبھی کبھی محسوس ہوتا کہ جب سے وہ زندگی میں آیا ہے اسے بہت سے رشتوں کی کمی شدت سے محسوس ہونا کم ہو گئی ہے۔وہ ایک ہی وقت میں اس کے بہت سے رشتوں کے احساسات سے اسے آشنا کرتا تھا۔دوست،بھائی،ماں،باپ، محسن،غمگسار وہ اس کے لیے سب تھا۔ایسا صرف وہ انل کے لیے نہیں بلکہ انل بھی اس کے لیے یہی سب احساسات رکھتا تھا۔دران کی آنکھ کا ایک اشارہ ملتے ہی وہ سب کام چھوڑ دیتا تھا۔ہر وقت اس کے چہرے پر ہلکی سی ہنسی لانے کی کوشش میں رہتا تھا۔وہ چپ بیٹھا ہوتا تو گھنٹوں اس کے ساتھ چپ بیٹھا رہتا۔اس کے غصے کو رام کرنے سے لے کر اس کو سمجھانے اور پھر اس کے ہر جھگڑے میں اس کے شانہ بشانہ کھڑا ہوتا تھا۔دران غلط کرے یا سہی وہ کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔

شھنگائی میں دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔ہوا عجیب خنکی اور بھاری پن لیے ہوئی تھی۔سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔شھنگائی کی عمارتوں اور ارد گرد جگہوں میں گھومتے لوگ آج باقی دنوں کی نسبت کم نظر آ رہے تھے۔

شھنگائی کی سرد سی یہ دوپہر شیون،ہاروی اور بروس کے لیے بہت بھاری ثابت ہوئی تھی۔ان کے جاگتے ہی مصیبت کا پہاڑ ان کا منتظر تھا۔جو ان کے سر پر آن گرا۔

فلم سٹار درانگ نا صرف اس لڑکی کے ساتھ ہوٹل سے غائب تھا بلکہ پوری دنیا کے سامنے اسے پرپوز کر کے میڈیا میں بھی تہلکہ مچا گیا تھا۔میڈیا والے مینگولے کے باہر پاگلوں کی طرح جمع تھے اور وہ جناب صبح چھ بجے ہی ہوٹل چھوڑ چکے تھے۔

شیون اور اپنی مارکیٹ کی لڑکی کو یوں مفت کا مال سمجھ کر لے اڑنے والے کو معاف کر دے یہ ممکن نہیں تھا۔مینگولہ کے ایک کمرے میں اس وقت وہ سیاہ فر والے گرم کورٹ میں ملبوس ہاروی اور بروس کے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سامنے برہم کھڑا تھا۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ معاملہ اتنی سنگینی اختیار کر جائے گا۔نہیں تو وہ کبھی بھی بروس کو جوی درانگ کے پاس بھیجنے کا مشورہ نہ دیتا۔

مجھے ہر حال میں وہ لڑکی چاہیے تم دونوں یہ کان کھول کر سن لو۔

انگلی کو ہوا میں سختی سے معلق کیے وہ باری باری بروس اور ہاروی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے انہیں خبردار کر رہا تھا۔بروس نے بمشکل جھکی گردن اٹھائی۔

دیکھو غصہ مت کرو۔جتنی غلطی ہماری ہے اس سے کہیں زیادہ غلطی تمھارے بندوں کی ہے۔یہ دونوں کیا سو رہے تھے وہ کیسے ہوٹل سے لڑکی بھگا کر لے گیا

بروس نے بڑی چالاکی سے ساری بازی اس پر الٹانے کی کوشش کی۔اصل چھکے تو ہاروی اور بروس کے چھوٹے تھے۔دران سے پنگا لے کر ان کو منہ کی کھانی پڑی۔وہ نہ تو اس کا امیج گرانے میں کامیاب ہو سکے تھے اور نہ ہی اس کی سو کالڈ اکڑ ختم کر سکے تھے۔الٹا وہ انہیں

حیرت زدہ کے ساتھ ساتھ پریشان کر گیا تھا۔

وہ ایک تیر سے دو شکار کر گیا۔اس لڑکی کو پرپوز کرنے کا ڈرامہ رچا کر اپنے امیج کو بچا گیا ساتھ مفت میں اس لڑکی کو بھی لے اڑا۔

پریشانی ان کو اپنا منصوبہ ناکام ہونے کی تھی اور حیرت یہ کہ درانگ آخر اس لڑکی کو کیوں لے گیا یہاں سے۔

میں کچھ نہیں جانتا۔وہ لڑکی چاہیے مجھے ہر حال میں شیون کو تو بس اپنی لڑکی کی پڑی تھی۔

تمھارے لیے صرف وہ لڑکی اہم ہے۔میرا سارا کیریر داؤ پر لگا ہے۔دران کو اگر ہم پر ذرا سا بھی شک ہو گیا تو میری دھجیاں اڑا دے گا اور وہ لڑکی بروس کو دیکھ چکی ہے۔وہ جانتی ہے بروس نے بھیجا تھا اسے دران کے پاس۔میڈیا والے ویسے ہی اس کے بیان لینے کے لیے اسے کھوجتے پھر رہے ہیں۔ہاروی نے سر کو تھامے چڑ کر شیون کو ساری وضاحت دی۔

شیون لمحہ بھر کے لیے چپ ہوا۔کچھ دیر پرسوچ ان دونوں کے اترے چہروں کو دیکھنے کے بعد گہری سانس لی۔

بروس سے تم اور پھر تم سے وہ میرے تک پہنچیں گے۔اس لیے پتہ کرو وہ دونوں کہاں ہیں دونوں کا کام تمام کرنا ہے شیون نے اٹل لہجے میں فیصلہ سنایا۔

ہاروی اچھل کر تیزی سے اس کے قریب آیا۔

اوہ۔۔نو نو۔۔ڈرانگ میری فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں یہاں آیا ہے۔اگر وہ مارا گیا تو میں انویسٹی گیٹ ہوں گا۔یہ مت بھولو لڑکی عام ہے لیکن ڈرانگ عام نہیں اس کا قتل کر کے ہمیں پھنس جائیں گے۔ہمیں انہیں تلاش کرنا ہے صرف۔اور اسے یہ بلکل نہیں پتا کہ اس کی یہ ویڈیو بنانے اور لیک کرنے میں ہمارا ہاتھ ہے ہاروی نے بات مکمل کی اور باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔

شیون نے کمینگی سے ناک سکیڑا۔گردن کو زور سے دائیں بائیں جھٹکے دیے۔

وہ لڑکی میں ہر حال میں لے کر رہوں گا۔پھر چاہے اس کے لیے مجھے اس درانگ کی کھوپڑی بھی اڑانی پڑے

سخت لہجے میں آنکھیں نکالتے ہوئے اس نے فیصلہ سنایا اور پھر تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان کو خوفزدہ چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

ٹیکسی متوازن رفتار سے تارکول میں لپٹی شفاف سڑک پر چل رہی تھی۔وہ صبح چھ بجے سے ٹیکسی بدل بدل کر لاویا کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

ہوٹل سے نکلتے وقت وہ تینوں ایک ساتھ نہیں بلکہ الگ الگ نکلے تھے۔ویسے بھی شیون کے دونوں آدمی صبح کے چھ بجے بے خبر سو رہے تھے۔بروس نے انہیں لڑکی کی واپسی کا وقت صبح دس بجے کا دیا تھا۔

ہوٹل سے سیدھے نکلنے کے بعد الگ الگ ٹیکسی لے کر وہ اکٹھے ایک مارکیٹ میں ہوئے تھے۔دران نے جوی کو اپنا گرم کورٹ دیا تھا جس میں مکمل طور میں وہ خود کو ڈھانپ کر باہر نکلی تھی۔مارکیٹ پہنچنے کے

بعد پہلے ان لوگوں نے جوی کے کپڑے،جوتے اور حلیہ تبدیل کروایا تھا۔

وہ اب گہرے نیلے رنگ کے پیروں تک آتے گرم کورٹ کے اوپر سرخ رنگ کا سکارف اوڑھے ہوئے تھی۔چہرہ اب ہر قسم کے میک اپ سے عاری شفاف اور معصوم لگ رہا تھا۔مارکیٹ سے وہ تینوں ایک ٹیکسی میں اکٹھے ہوئے تھے۔لیکن دران کے منصوبے کے مطابق وہ لوگ مختلف جگہوں پر رک رک کر ٹیکسی بدل رہے تھے۔

دونوں نے اپنے موبائل فون بند کر رکھے تھے۔دران اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ جبکہ انل پیچھے جوی کے ساتھ بیٹھا تھا۔انل مسلسل جوی سے مختلف سوال کر رہا تھا۔وہ اس کی الف سے لے کر یے تک داستان سن چکا تھا۔دران خاموشی سے صرف ان کی گفتگو سن رہا تھا۔دران نے پورے سفر میں ایک دفعہ بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ ہر ٹیکسی کے بدلنے کے وقت اسے نظر بھر کر دیکھ رہی تھی۔

آپ لوگ لائنز ایریا سے کیوں چلے گئے تھے؟

اب انل اس سے لائنز ایرا چھوڑ جانے کے متعلق پوچھ رہا تھا کیونکہ اس واقع کے چند مہینوں بعد ہی وہ لوگ فلیٹ چھوڑ گئے تھے۔جوی نے نگاہ گود میں رکھے ہاتھوں پر جمائی

ابا پر بہت قرض تھا۔وہ بیمار ہوئے تو ان کی ملازمت بھی ختم ہو گئی۔ہمارے پاس اس فلیٹ کو بیچنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔اس لیے وہاں سے شفٹ ہو گئے۔

بہت آہستگی سے وہ انل کے ہر سوال کا جواب دے رہی تھی۔انل اس سے شادی کی مکمل تفصیل لے رہا تھا۔

ہم۔م۔م۔آپ نے جو بھی بتایا اس کے مطابق تو یہ ایک چائینز گروہ ہے۔جو آپ کے علاوہ اور بھی بہت سی لڑکیوں کو یہاں لائے ہوں گے؟

اس کی بات مکمل ہونے پر انل نے پرسوچ لہجے میں پوچھا۔جوی نے

اثبات میں سر ہلایا۔

جی بلکل میرے گروپ میں ہم دس لڑکیاں تھیں۔ہماری شادی بھی اجتماعی ہوئی تھی۔ان لوگوں نے کچھ دن ہمیں پاکستان میں ہی ایک بنگلے میں رکھا۔ان کے گروہ میں چند پاکستانی بھی شامل ہیں۔

جوی نے اسی طرح آہستگی سے بولتے ہوئے آگاہی دی۔انل چند لمحے پرسوچ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے چپ رہا۔

آپ بلکل فکر نہ کریں۔آپ نہ صرف صیح سلامت پاکستان پہنچیں گی بلکہ اس گروہ کو بھی بے نقاب کریں گی۔دل سے ہر طرح کا خوف ختم کر دیں

انل نے شائستگی سے مسکراتے ہوئے پرعزم لہجے میں اس کا حوصلہ بڑھایا۔

دران نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ گردن گھما کر انل کی طرف دیکھا۔انداز واہ بھئی واہ والا تھا۔انل نے خجل ہو کر نگاہ چرائی تو وہ

مسکراہٹ چھپاتا ہوا سیدھا ہوا۔

کتنی دیر ہے ابھی؟

انل اور چپ بیٹھے اب وہ دران سے سوال کر رہا تھا۔

بس کچھ دور ہیں۔

دران نے مختصر جواب دیا۔جوی کو سانس اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔

جیسے جیسے گاڑی انہی راستوں پر سفر کر رہی تھی نا چاہتے ہوئے بھی جوی کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی سنسناہٹ بڑھ رہی تھی۔بے شک دران اور انل کے ساتھ نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا لیکن وہ جانتی تھی سب اتنا آسان نہیں ہے۔شائذ وہ اپنے ساتھ ان دونوں کی زندگیوں کو بھی داؤ پر لگا چکی ہے۔

آنکھوں کی پتلیوں میں موٹے موٹے آنسو تیرنے لگے۔نشست کی پشت سے سر ٹکائے اس نے جلتی آنکھیں موند لیں۔نیند نے کب اپنی آغوش میں لیا خبر نہ ہوئی۔

کراچی مصروف،مگن،ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی دوڑ میں لگے لوگوں کا شہر آج بھی معمول کے مطابق بہت سی بھاگتی دوڑتی زندگیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔بس ایک سمندر تھا جو صبح کے اس وقت پر سکون سا اپنی لہروں کو ساحل کی طرف اچھال اچھال کر کھیل رہا تھا۔

دن گیارہ بجے یہ ایک منظر یونیورسٹی آف کراچی کا تھا۔جہاں لڑکے اور لڑکیاں کندھوں پر بستے لٹکائے سینوں سے فائل لگائے یونیورسٹی کے کمروں کے آگے بنی اس لمبی راہداری میں گردش کر رہے تھے۔کوئی جا رہا تھا تو کوئی آ رہا تھا۔باتوں میں مگن،قہقے لگاتے بے فکر چہرے۔

وہ سر جھکائے اسی راہداری میں اوپری منزل کو چڑھتی سیڑھیوں میں خاموش سر جھکائے بیٹھی تھی۔سادہ سا گلابی رنگ کا قمیض شلوار اور گلے میں جھولتا ہم رنگ دوپٹہ۔بالوں کی ڈھیلی سی پونی۔میک اپ سے آری بے داغ زردی مائل چہرہ بس آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے۔آمنہ اس کے سامنے ایک سیڑھی نیچے بیٹھی تھی۔چہرہ اوپر اٹھائے اس کے

چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے۔

اس دن دعا کے بارے میں وہ اچانک اسے اللہ سے مانگنے کا کہہ گئی تھی اور پھر بنا سوچے سمجھے مسلمان ہونے کا کہہ دیا لیکن بعد میں احساس ہوا یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔

یونیورسٹی میں اس کے گروپ میں موجود تین لڑکیوں میں سے آمنہ کے ساتھ اس کی زیادہ بات چیت تھی۔آمنہ بہت ہی تحمل مزاج،ہنس مکھ اور ذہین لڑکی تھی۔حنا کے بعد اس کی گہری دوستی آمنہ سے ہوئی تھی۔یہاں اس کا ایم۔کام کا پہلا سال تھا۔

آمنہ اس دن کے بعد سے محسوس کر رہی تھی کہ جوی چپ چپ رہنے لگی ہے اس سے بات بھی کم کرتی تھی۔شائد اسے یوں اسے اللہ سے دعا مانگنے اور مسلمان ہونے کا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ان کے درمیان بہت اچھی دوستی تھی۔وہ جوی جیسی مخلص اور بہادر لڑکی کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

کیا ہوا بتاؤ تو؟چپ کیوں ہوں اتنی؟

آمنہ نے پھر سے اس کے چہرے کو اوپر اٹھایا اور دوسری دفعہ وہی سوال دہرایا۔جوی نے کچھ دیر خاموشی سے آمنہ کی طرف دیکھا۔وہ حجاب کی صورت ہلکے نیلے رنگ کے اسکارف کو چہرے کے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔نیچے سیاہ گاؤن زیب تن کئے ہوئے۔

اس کی شفاف روشن آنکھیں تھیں۔ایک عجیب ٹھنڈک اور سکون تھا اس کی آنکھوں میں۔وہ جب بھی آمنہ کی آنکھوں کو دیکھتی تو حیران رہ جاتی کوئی انسان اتنا پرسکون کیسے ہو سکتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی زندگی تو انگنت پریشانیوں میں گھری تھی۔نا ختم ہونے والی پریشانیاں،ذمہ داریاں۔

چھ سال ہونے کو آئے تھے جان بستر پر تھا۔دل کی بیماری تھی کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

جوی کے رشتے کے لیے جو لوگ بھی آتے سب کو سنانا پسند آ جاتی تھی۔جوی کے بہت اسرار پر جان اور مریم نے سنانا کی شادی اس سے پہلے کر دی تھی۔سنانا چند ماہ بعد ہی گھر واپس آ گئی۔اس کا شوہر شرابی

اور جواری تھا جس کی خبر شادی کی بعد ہوئی وہ سنانا کو مارتا پیٹتا تھا۔وہ چند ماہ ہی اس کے ظلم ستم برداشت کر سکی۔شوہر نے چھوڑ دیا اور اس کے بعد اس نے ایک بچی کو جنم دیا۔بے روزگاری اور غربت نے کمر توڑ رکھی تھی اور گھر میں ایک اور فرد کا اضافہ ہو گیا تھا۔جان نے بہت کوشش کی کہ وہ بی کام کے بعد پڑھائی چھوڑ دے یونیورسٹی نہ جائے کہیں جاب کی تلاش کرے۔مگر اس دوڑتی بھاگتی دھکم پیل کی زندگی میں وہ صرف بی کام کی ڈگری کے ساتھ کہیں بھی اچھی ملازمت نہ حاصل کر سکی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ پڑھائی میں بہت اچھی تھی اسی کو ذریعہ بنا کر لوگوں کے گھروں میں جا کر بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔اب وہ صبح یونیورسٹی اور باقی کا سارا دن مختلف گھروں میں ہوم ٹیوشن کے لیے جاتی تھی۔اسطرح وہ نہ صرف اپنی پڑھائی کو جاری رکھے ہوئے تھی بلکہ میرِی اور جووت کو بھی پڑھا رہی تھی۔

مریم اب ایک نجی ہسپتال میں صاف صفائی کا کام کرتی تھی لیکن اجرت

بہت کم تھی۔اس طرح بمشکل وہ اپنا گزر بسر کر رہے تھے۔لائینز ایریا وہ جان کی بیماری اور ملازمت ختم ہونے کے بعد ہی چھوڑ آئے تھے۔وہ فلیٹ قرض کی بدولت بیچنا پڑا اب ایک خستہ حال چھوٹے سے گھر میں وہ لوگ کرایہ دار تھے۔

اس کی زندگی ایک مشین کی طرح تھی۔صبح سے شام اور شام سے رات ہو جاتی اسے پتہ نہ چلتا۔رات کو جب آخری ہوم ٹیوشن کے بعد گھر لوٹتی تو تھک کر بستر پر گر جاتی۔وہ سب سے کٹ چکی تھی بس گھر کے اخراجات،بہن بھائیوں کی فیس اور باپ کی مہنگی ادویات اور علاج یہ سب اس کے گرد منڈلاتے رہتے۔یہی وجہ تھی اسے کبھی خبر تک نہ ہوئی جس کی ایک جھلک کی دعا وہ رات کو سوتے ہوئے کرتی ہے اور صبح اٹھ کر کرتی ہے۔وہ ہالی وڈ کا ایک سپر سٹار بن چکا ہے۔

اتنی مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھری وہ دران کو کبھی نہیں بھول سکی۔کبھی یاد آتا کہ وہ اس کے بارے میں کہا کرتی تھی کہ انیس سال کی عمر میں ہی انسان کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے لیکن زندگی کے تھپڑوں

نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ پریشانیاں،دکھ اور تکلفیں کبھی عمر دیکھ کر نہیں آتی ہیں۔

اس دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے دکھ ان کی عمروں کی گنتی سے تجاوز کر جاتے ہیں۔وہ اپنے ہنسنے کھیلنے کی عمر میں ہی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔سنانا اتنی چھوٹی سی عمر میں ایک بچی کی ماں بن گئ تھی۔اس کی اپنی اتنی پریشانیاں تھی کہ دونوں بہنوں کو اب کبھی ایک ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کا موقع شاز و نادر ہی ملتا تھا۔

دران کو سوچنا اس کے ذہن کا واحد سکون تھا۔فرصت کا ایک لمحہ بھی ملتا تو وہ ذہن اور دل میں اتر آتا تھا۔وہ آج چھ سال بعد بھی خدا سے اس کی ایک جھلک کی دعا کرتی تھی۔وہ اسے زندگی میں ایک دفعہ اور دیکھنا چاہتی تھی۔زندہ سلامت۔کیوں دیکھنا چاہتی تھی خود نہیں جانتی تھی۔

وہ اپنی مشکل پریشانیوں میں گھری اس دعا کی شدت میں کمی نہیں لا سکی

اور اس دن آمنہ سے دعا نہ قبول ہونے کا شکوہ کر گئی۔جس پر اس کی کہی بات نے اسے بے چین کر دیا۔وہ الجھ کر رہ گئی۔

کتنے دن سے اس کا یوں گم صم رہنا آمنہ سے مخفی نہیں رہا۔اب وہ اس سے اس کی خاموشی کی وجہ پوچھ رہی تھی۔یونہی اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بول پڑی۔

وہ۔۔۔تم اس دن۔۔۔مجھ سے۔۔کچھ کہہ رہی تھی

جھجکتے ہوئے وہ اسے اس دن کی بات یاد دلا گئی۔

میں!!!! کیا کہہ رہی تھی؟

آمنہ نے انجان بننے کی کوشش کی۔نگاہیں لمحہ بھر کو چرائیں۔

اللہ سے دعا کے متعلق

جوی نے آہستگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

کیا اللہ سے دعا کرنے کے لیے مجھے لازمی مسلمان ہونا ہو گا،کیا میں ویسے دعا نہیں کر سکتی اللہ سے؟

جوی نے اپنے ذہن میں پنپتا سوال بنا کسی تمہید باندھے پوچھ لیا۔آمنہ خاموش تھی۔گہری خاموشی۔پھر اس نے مسکراتے ہوئے پورے وثوق سے جوی کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھا۔

دیکھو اللہ واحد ہے۔مطلب اس کا کوئی شریک نہیں۔جب ہم اس کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں تو دل،روح اور دماغ سے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کا کوئی شریک نہیں۔وہ واحد ہے۔

وہ مٹھاس بھرے لہجے میں بات شروع کر چکی تھی۔جوی ہمیشہ کی طرح اس کے بولنے پر خاموش ہو گئی۔ناجانے کیوں اس کی باتیں بہت سادہ ہونے کے باوجود دل پر بہت اثر کرتی تھیں۔وہ جب بولتی تھی تو اعصاب پر ٹھنڈی پھوار جیسا احساس ہوتا تھا۔

تم اللہ سے مانگنے بیٹھو گی اور اگر دل،دماغ یا روح میں سے کسی ایک کو بھی اللہ کے لا شریک ہونے پر گماں ہوا تو مطلب تم نے شرک کیا۔اور شرک اللہ کو پسند نہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

جوی نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔کہیں کوئی مفاد نہیں تھا۔کہیں کوئی زبردستی نہیں۔وہ بہت پیار سے اسے اللہ کی سچائی سے آگاہ کر رہی تھی۔

اگر تم اللہ کے حضور دل سے مانگنا چاہتی ہو۔تو دل،دماغ اور روح سے پاک ہو کر مانگو

پریقین لہجہ تھا۔جوی کو اس کے منہ سے نکلی ایک ایک بات سچ لگ رہی تھی۔دل اس کی باتوں پر ایمان لا رہا تھا۔اگر وہ اس کی باتیں سن کر سکون محسوس کر رہی تھی تو ان پر عمل کرنے کے بعد کیا حال ہو گا۔

میں وضو کر لوں گی۔جو تم لوگ کرتے ہو۔مجھے وضو کا طریقہ بتا دینا

جوی نے آہستگی سے حل پیش کیا۔وہ مسکرا دی۔سر کو نفی میں ہلایا

وضو ہمارے جسم کی پاکیزگی ہے۔لیکن مسلمان صرف جسم سے پاک ہو کر اللہ کے سامنے نہیں کھڑا ہوتا۔ہماری روح اور ہمارا دل بھی پاک ہوتا ہے۔

جوی کے چہرے پر مایوسی کے سایے لہرائے۔

میری روح اور دل اللہ کے پاس جانے کے لیے کیسے پاک ہو گا؟

بے ساختہ سا سوال تھا۔نا جانے وہ کیوں کر گئی۔

کلمہ پڑھنے سے

آمنہ نے مختصر جواب دیا۔جوی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

مطلب کلمہ پڑھنا۔اللہ کی واحدنیت کی گواہی دینا۔کلمہ پڑھنے سے اور اس کے لا شریک ہونے کی گواہی دینے سے دل،روح اور باطن پاک ہو جاتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ بول رہی تھی جبکہ جوی یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

دیکھو میں کوئی مذہبی عالم نہیں ہوں لیکن تمھارے ذہن کی الجھنوں کو دور کرنے کے لیے بہت سی اچھی کتابیں ہیں میرے پاس۔کیا تم پڑھو گی؟

اس نے جوی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

لا دوں کیا تمھیں؟

وہ ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔جوی نے ساکن آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔جسم کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔تھکے اعصاب ایک دم سے چاک و چوبند ہوئے۔

نہ۔۔۔نہیں۔۔۔

جوی ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی۔وہ کب لابی سے لان اور لان سے یونیورسٹی کے گیٹ تک پہنچی پتہ نہ چلا۔بیگ کے اندر رکھا موبائل بج رہا تھا۔اس نے عجلت میں فون بیگ سے نکالا۔آمنہ کا نمبر جگمگا رہا تھا۔فون کی گھنٹی بج بج کر بند ہو گئی۔اب سکرین پر اس کا پیغام تھا۔

سوری

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

لاویا شام کے چار بجے اس ڈربے نما کمرہ میں موجود پلنگ پر لی تاؤ کمبل کو اپنے گرد لپیٹے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔

ٹھک۔۔۔ٹھک کی آواز ذہن میں ایسی گونجی کے اس نے تیوری چڑھائے

بمشکل آنکھیں کھولیں۔لکڑی کے دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔حواس میں آنے کے بعد وہ منہ بسورتا ہوا بمشکل بستر سے نکلا۔جو کوئی بھی تھا۔دروازہ بجاتا ہی جا رہا تھا۔

آ رہا ہوں کیا توڑ دو گے اس کو وہ چینی زبان میں بڑبڑاتا اب چھوٹے سے کمرے سے لاؤنج میں آیا۔ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس وہ گرم بستر سے نکل کر عجلت میں یونہی باہر آ گیا۔

سیلپرز سمیت پاؤں گھسیٹتا دروازے تک پہنچا۔اور ایک جھٹکے سے بنا پوچھے دروازہ کھول دیا۔سامنے کھڑے دران کو دیکھ کر آنکھیں شناسائی کے لیے چندھی گئیں۔

ایک تو وہ ویسے نیند سے اٹھا تھا اوپر سے دران کا انجان چہرہ دماغ میں زور دینے سے بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔

کون ہو؟ایک آبرو اچکائے بیزاری سے سوال کیا۔

دران نے جواب دینے کے بجائے قدم دروازے کے اندر داخل کیے۔لی

تاؤ کا ماتھا ٹھنکا اس سے پہلے کہ وہ تیزی سے دروازہ لگاتا۔ایک دھکا پڑا تھا اسے۔

دھکا اتنی زور کا تھا کہ لی تاؤ لڑکھڑا کر لکڑی کے بنے فرش پر پشت کے بل گرا۔

گرے رنگ کے گرم کورٹ کے نیچے سیاہ پینٹ زیب تن کئے اونچا لمبا مضبوط شخص اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔جیسے ہی دران اندر داخل ہوا اس کے پیچھے ہی انل نے قدم اندر رکھے۔لی تاؤ دونوں کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

کون ہو تم لوگ؟نکلو میرے گھر سے

حیرت سے ان کو خبردار کرتا وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔دران نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان تھاما اور اب کی بار ایک زور دار گھونسا تھا جو اس کے گال پر عین جبڑے کے اوپر پڑا تھا۔وہ پورے کا پورا گھوم گیا۔چہرہ ایسے جنبش میں آیا جیسے جبڑے ہل گئے ہوں۔

انل اب کچن کی شیلف کے قریب پڑی کرسی کو اٹھا کر قریب لا رہا

تھا۔لی تاؤ نے سر کو تکلیف سے جھٹکا اور اپنی طرف سے پوری قوت سے

لڑنے کی خاطر دران کی طرف لپکا لیکن اس کے قریب پہنچنے سے پہلے

ہی لمبا بازو کئے پنچ نے اسے ہوا میں اچھال دیا۔وہ بے قابو ہو کر

گرا۔گھبرا کر بمشکل اٹھا۔گردن موڑ کر خوف سے دران کی طرف دیکھا

جو اپنے کوٹ بے شکن درست کر رہا تھا۔

کون ہو یہاں کیا کر رہے ہو۔مجھے کیوں مار رہے ہو

دران کے دو پنچ پڑنے پر ہی وہ ادھ موا ہو کر خوف زدہ ہوا۔اس سے

پہلے کہ لڑکھڑاتا ہوا خوف کے باعث وہ اپنے بچاؤ کے لیے کمرے کی

طرف بڑھتا انل نے پیچھے سے اس کے دونوں بازو قابو کرنے کے بعد

اسے کرسی پر بیٹھا دیا۔

چھوڑو۔۔مجھے۔۔۔۔چھوڑو۔مسئلہ کیا ہے۔کون ہو تم لوگ؟الجھ کر وہ

نڈھال سا بار بار ایک ہی سوال دہرائے جا رہا تھا۔

وہ انل کے بازوؤں سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔دران

قریب آیا اور پھر سے زور دار تھپڑ نا صرف اس کا گال رنگ گیا تھا بلکہ اس کی گردن کو دائیں طرف ایک بھرپور جھٹکا لگا۔

اب کی بار اس نے جھکی گردن سے بمشکل اوپر دیکھا مگر سوال نہیں کیا جانتا تھا۔ہر سوال کے جواب میں سامنے کھڑا شخص منہ کھولنے کے بجائے ہاتھ چلا رہا تھا۔

جوی۔۔۔

دران نے ہاتھ ہوا میں اٹھایا اور انگلیوں کی ہلکی سی جنبش سے دروازے کی طرف اشارہ دیتے ہوئے پکارا۔جوی جو کب سے اس کے بلانے کی منتظر تھی۔آگے بڑھی۔دروازے کے سامنے لکڑی کی زمین پر سایہ بنا۔

جوی کے اندر قدم رکھتے ہی۔لی تاؤ کا منہ پورا کھل گیا۔وہ حیرت زدہ۔۔۔بے یقینی سے سامنے کھڑی جوی کو دیکھ رہا تھا۔

تم۔۔۔تم یہ۔۔یہ۔۔یہاں کیا کر رہی ہو؟کیسے آئی۔۔۔شی۔۔شیون

وہ جوی کو بے تاثر مگر سخت چہرے کے ساتھ اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر

ہکلانے لگا۔اس کا یوں ہکلانا بجا تھا۔وہ زخمی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹی۔

زور دار طمانچے اس کے منہ پر دائیں بائیں مارنے کے بعد وہ ایک دم سے جیسے کسی جنونی کیفیت میں آ گئی۔ٹانگیں گھما گھما کر وہ لی تاؤ کے پیٹ میں مار رہی تھی۔ارد گرد سے چیزیں اٹھا کر اس کے سر میں مار رہی تھی۔وہ جو ابھی دران سے پڑنے والے مکوں کی تاب نہیں لا سکا تھا۔جوی کے تابڑ توڑ حملے نے بے حال کر دیا۔

انل نے کھلے منہ سے ایک نگاہ جوی کی طرف ڈالی اور پھر سامنے کھڑے دران کی طرف دیکھا جو حیرت کے بجائے دلچسپی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

لی تاؤ درد سے چیخ رہا تھا۔وہ اسے پاگلوں کی طرح مار رہی تھی۔ٹانگ مار کر وہ اسے کرسی سمیت زمین پر گرا چکی تھی۔

انل تیزی سے دران کے قریب ہوا جو زیرلب مسکرا رہا تھا۔ہاتھ کی انگشت انگلی کو فولڈ کئے لبوں پر رکھے وہ پہلی دفعہ کسی کو متاثر کن

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

لی تاؤ اب زمین پر گرا ہوا تھا جبکہ جوی اپنے بھاری بوٹوں والے پاؤں اس کے پیٹ میں مار رہی تھی۔لی تاؤ کسی گیدڑ کی طرح چلا رہا تھا۔

دران روکو جوی کو کوئی سن لے گا اس کی چیخ و پکار

انل نے ارد گرد دیکھتے ہوئے دران سے کہا

مارنے دو نہ۔۔۔وہ وہاں وہاں مار رہی ہے جہاں اس نے مارا تھا۔سکون ملنے دو اسے دران کی دلچسپی عروج پر تھی۔

لبوں پر مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی۔اپنی زندگی میں پہلی دفعہ ایسی لڑکی دیکھی تھی اس نے۔اس کے مطابق تو جوی کی جگہ اور کوئی لڑکی ہوتی تو اتنا تشدد کرنے والے شخص کو دیکھ کر پھر سے کانپنے لگتی مگر وہ تو گن گن کر بدلے لے رہی تھی۔ذہن میں اس کی چھت والا منظر گھوم گیا کمزور تو وہ کبھی نہیں تھی۔

امپریسو۔۔۔۔دران کے لب ستائشی انداز میں باہر نکلے۔کل جو لڑکی اس

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے سامنے بیٹھی گڑگڑا رہی تھی آج والی لڑکی اس سے بہت مختلف تھی۔

لی تاؤ کی ہر مزاحمت کو ناکام کرتی اب وہ اس کے بال مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھی اور گردن کو جھٹکے دے رہی تھی۔وہ تھوڑا سا اٹھنے کی کوشش کرتا تو ٹانگ پکڑ کر کھینچ دیتی۔کچن کی شیلف پر پڑی ہر چیز وہ اٹھا اٹھا کر اس کے سر پر مار چکی تھی۔انل نے غصے سے دران کی طرف دیکھا جو مزے سے سگریٹ سلگا رہا تھا۔

مر جائے گا وہ۔کہو اسے بس کرے جو کام کرنے آئے ہیں وہ کریں اور چلتے بنیں یہاں سے انل نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔

پھر دران سے نا امید ہوتا تیزی سے آگے بڑھا۔جوی جو اب کوئی ڈبہ اٹھا کر اس کے سر میں مارنے والی تھی۔انل نے اس کے بازو کو ہوا میں ہی تھام لیا۔

جوی۔۔۔جوی۔۔۔بس کرو۔۔۔بس۔۔۔اس کو پولیس کے حوالے کرنا ہے۔تم اپنا پاسپورٹ اور میرج سرٹیفکٹ لو بس

انل نے پچکارتے ہوئے اسے ٹھنڈا کیا تھا۔وہ ایک دم سے جیسے ہوش میں آئی۔پھر انل کی طرف دیکھا جو اس کے ہاتھ سے ڈبہ پکڑ کر واپس شیلف پر رکھ رہا تھا۔دران سگریٹ کا کش لگاتا اب چند قدم آگے آ چکا تھا۔پھر آہستگی سے نیچا بیٹھا۔

پاسپورٹ کہاں ہے؟

انگلش زبان میں پوچھا۔وہ پیروں کے بل لی تاؤ کے سامنے بیٹھا تھا۔جو خون میں لتھ پتھ سر کے ساتھ کراہتے ہوئے زمین پر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔پھر خوف اور حیرت سے دران کی طرف دیکھا۔

وہ۔ہ۔ہ۔ہ۔و۔۔ہ سامنے۔۔ے۔۔ے۔

کراہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ سامنے رکھے اٹیچی نما بھورے لیدر کے ڈبے کی طرف کیا۔اٹیچی ایک لکڑی کی میز پر رکھا ہوا تھا۔جوی تقریباً بھاگتی ہوئی اس تک پہنچی۔اٹیچی کے اندر رکھیں چیزں کو کچھ دیر ہی الٹ پلٹ کرنے کے بعد وہ اپنا پاسپورٹ اس میں سے برآمد کر چکی تھی۔پھر کچھ کاغذات ہاتھ میں تھامے واپس پلٹی۔

کاغذات شائد اس کی شادی کی رجسٹریشن تھی۔جسے آتے ہی اس نے لی تاؤ کے سامنے کھڑے ہو کر پھاڑ دیا۔

میں اس شادی کو نہ کل مانتی تھی اور نہ آج میری شادی تم سے ہوئی ہی نہیں تھی

کاغذ کے ٹکڑے لی تاؤ پر اچھالتی وہ زور سے چیخ اٹھی۔

جوی۔۔۔لیو اٹ۔۔۔یہ ڈائیورس بھی دے گا ڈونٹ وری انل نے اچک کر جوی کو تسلی دی جو شائد پھر سے اس کو مارنے لگتی۔نہ جانے کتنی اذتیں اس نے ان تین دنوں میں سہی تھیں جن کا لاوا آج پھٹا۔تین دن وہ جس بے بسی میں اس کی قید میں تھی۔کمزور وہ تب بھی نہیں تھی دو دفعہ اس نے بھاگنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن آج دران کا ساتھ ایک عجیب طاقت دے گیا تھا۔

کیسی طلاق۔۔۔یہ کیا طلاق دے گا مجھے میری شادی اس سے ہوئی ہی نہیں۔اس نے چرچ میں بائبل کے سامنے جتنے بھی دعوی کئے سب جھوٹے تھے تو یہ کونسی شادی تھی۔جوی کی آواز پھٹ رہی تھی۔

آج وہ کمزور نہیں تھی۔یا کچھ عزم کر چکی تھی جس کی طاقت اس کی ہر ہر ادا سے جھلک رہی تھی۔چہرے کی رنگت گلے میں لپٹے اسکارف جیسی ہو رہی تھی۔

دران اب کیا کرنا ہے اس کا؟

انل نے رخ موڑے دران سے سوال کیا۔جو اب ہاتھ سینے پر باندھے پرسوچ نگاہوں سے جوی کو بغور دیکھ رہا تھا۔انل کے پکارنے پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

کچھ نہیں کرنا بس اس سے پاسپورٹ لینا تھا۔اب نکلتے ہیں دران نے سینے پر بندھے ہاتھ کھولتے ہوئے متوازن لہجے میں جواب دیا

کیا مطلب ایسے کیسے بھئی اسے پولیس کے پاس لے کر جاتے ہیں جوی کے بیان دلواتے ہیں

انل نے حیرت سے بھنویں اکھٹی کیئے اس کے قریب آ کر کہا۔

جوی چلیں نکلنا ہے ہمیں۔دران نے انل کی بات کا جواب دینے کے

بجائے جوی کی طرف دیکھ کر حکم صادر کیا۔

انل نے صرف دیکھنے پر اکتفا کیا کیونکہ اب اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔نہیں جانتا تھا۔سوچ وہ بھانپ لیتا تھا انل نہیں۔انل نے کندھے اچکا کر اس کی تقلید کی۔

شام کے سایے گہرے ہو رہے تھے جب وہ لوگ وہاں سے باہر نکلے۔لی تاؤ زمین پر رینگتا ہوا اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤

ستاروں سے جھلملاتے آسمان کے نیچے یہ خوبصورت ریزورٹ تھا۔یہ لاویا سے آگے راستے میں آنے والا ایک مشہور ریزروٹ تھا جہاں انہوں نے ایک لیگژری اپارٹمنٹ بک کیا تھا۔

چھوٹے سے لاؤنج سے ملحقہ ایک عدد بیڈ روم،فرنشڈ کچن اور ایک عدد ٹیرس پر مشتمل یہ ریزورٹ بہت پرسکون تھا۔اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں موجود آتش دان میں آگ اپنے جوبن پر تھی۔لکڑیاں سلگ رہی تھیں اور پورے کمرے کو حدت بخش رہی تھیں۔

دران آتش دان کے قریب سنگل صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔جبکہ انل آتش دان کے قریب کمر پر ہاتھ دھرے اکڑو کھڑا تھا۔

جوی کو جیسے ہفتوں بعد یوں بے فکری کی نیند آئی تھی وہ آتے ہی سو چکی تھی۔ان کو یہاں آئے آدھا گھنٹہ ہوا تھا۔دران کے مطابق وہ ابھی شھنگائی نہیں جا سکتے تھے کیونکہ لی تاؤ نے فوراً اس آدمی سے رابطہ کیا ہو گا جس کو اس نے جوی بیچی تھی۔

وہ اور اس کے لوگ ان کا شھنگائی کے داخلے پر انتظار کر رہے ہوں گے۔اس لیے وہ لوگ واپس جانے کے بجائے لاویا سے آگے آ گئے تھے۔جبکہ یہاں بھی انل کا اس سے اختلاف تھا کہ وہ یہاں رک کر زیادہ خطرہ مول رہے ہیں۔انل اب بھی اسی بات پر پچھلے دس منٹ سے اس کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔

یہ کیا سب کچھ الٹ پلٹ کر رہے ہو؟سیدھا سیدھا جوی کو پولیس سٹیشن لے جاتے۔لی تاؤ کے بیان دلواتے اسے وہاں سے پاکستان لے جاتے۔سمپل

انل نے غصے سے اسے سیدھے راستے بتائے۔دران نے تھکی سی ادھ کھلی نگاہ آتش دان سے موڑی اور اس کی طرف دیکھا۔کل رات سے وہ جاگ رہا تھا اور اب آنکھیں بمشکل کھل رہی تھیں۔چہرے پر تھکاوٹ کے آثار تھے۔

پاکستان سارا میڈیا اکٹھا ہوتا۔پوری دنیا کو پتا چل جاتا کہ وہ کہاں سے کن حالات سے واپس لوٹی ہے۔لوگ چار دن اس پر افسوس کریں گے پھر اس کے بعد کیا ہو گا جانتے ہو؟ایسی لڑکی کا کیا حال ہوتا ہے معاشرے میں۔

تھکی سی اور نیند کے خمار سے بھاری ہوتی آواز میں وہ آج کتنے عرصے بعد یوں کسی کے لیے فکرمند ہوتا انل کو حیرت میں ڈال گیا۔

میں نے سوچ لیا ہے یہ سب کھلے گا لیکن جوی کے ذریعے نہیں جوی کی اس دوست کے ذریعے جو اس سے پہلے یہاں پھنسی ہوئی ہے

کون کونسی دوست؟انل نے بھنویں اچکائیں

حنا ہے اس کی دوست کا نام اس کی شادی بھی اسی گروہ کے تھرو ہوئی تھی۔وہ اپنے شوہر کی قید میں ہے۔وہ اس سے جسم فروشی کروا رہا ہے اپنے گھر میں قید کر رکھا ہے۔حنا نے پاکستان میں ہی اسے انفارم کر دیا تھا۔اس نے نکلنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔حنا کو وہاں سے نکالنا ہے۔جوی کو اس سب سے پوشیدہ رکھنا ہے

وہ اٹل لہجے میں اسے اپنی سوچ سے آگاہی دے رہا تھا۔

مگر جوی کیوں نہیں؟

انل نے ٹھہرے سے لہجے میں اور شاکی نگاہوں سے سوال کیا۔دران نے چونک کر دیکھا۔انل کی سوچ پر بے ساختہ قہقہ اڈ آیا۔نفی میں سر ہلاتے ہوئے بمشکل ہنسی پر قابو پایا۔

جوی پر میں کوئی مر نہیں مٹا۔بس اس کو میں اپنے معاملے میں بھی گھسیٹ چکا ہوں تو اسے یونہی لٹکتا نہیں چھوڑ سکتا۔مجھے ہاروی اور بروس کی چال کو بھی ساری انڈسٹری کے سامنے لانا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران نے کرسی کی پشت سے سر ٹکائے وضاحت دی۔

جوی کو پھر کب پاکستان بھجیں گے۔۔؟

انل نے برجستہ اگلا سوال کیا

جائے گی لیکن تب جب سب اس کے لیے سکیور ہو جائے گا ابھی نہیں۔ابھی پاکستان بھی اس کے لیے خطرہ ہے۔دران نے گہری سانس لی اور ایک جھٹکے سے صوفے پر سے اٹھا۔

میں سونے جا رہا ہوں

نیند سے بوجھل آواز میں کہا پھر رکا۔ایک بیڈروم والا اپارٹمنٹ۔بیڈ روم میں جوی سو رہی تھی۔

چھوٹے سے لاؤنج میں ایک عدد بڑا صوفہ تھا۔دران نے رخ موڑا۔

اب سونا کیسے ہے؟

تم صوفے پر سو جاؤ۔میں جاگ رہا ہوں آج رات تم دونوں تو کل بھی نہیں سوئے

انل نے مسکراتے ہوئے حل پیش کیا اور آتش دان کے پاس موجود سنگل صوفے پر براجمان ہوا۔دو سکینڈ کے توقف سے گردن موڑا کر دیکھا تو دران جوتوں سمیت صوفے پر بے خبر سو رہا تھا۔

گہری سانس لے کر اٹھا۔کبھی نہیں سدھرے گا کم از کم جوتے تو اتار لے انسان۔دران کے جوتے اتارنے کے بعد وہ واپس آتش دان کے پاس آ چکا تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رات کے دو بجے جہاں سنسان گلیوں میں بس کتے بھونک رہے تھے وہاں ملک ہاوئس کے چھوٹے سے لان میں جیسے ایک بھونچال کا سماں تھا۔فائقہ کی نسبت کی تقریب کے بعد مسوائے شازیہ اور طلعت کے کنبے کہ تمام مہمان اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے تھے۔

اب تو لان میں سارے گھر والے قطار در قطار لگی کرسیوں کو آڑا ترچھا کئے بیٹھے تھے۔شازیہ نے تقریب کے فوراً بعد ہی دران کو اپنے ساتھ لے جانے کی بات سب کے سامنے رکھ دی تھی۔

سب لوگ تقریب کے ہی جوڑوں میں ملبوس لان میں چائے کے انتظار میں بیٹھے تھے جب شازیہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور دران کو اپنے ساتھ لے جانے اور اپنے بھائی کے حصے کے بٹوارے کا علان کر دیا۔

دستگیر بیگم ساڑھی لگائے بڑے ٹھاٹھ سے سٹیج پر تکیے کے سہارے بیٹھی تھیں۔تیرہ سالہ سبرینا ان کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔باقی تمام نفوس سامنے کرسیوں پر براجمان تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان سب میں وہ بھی بیٹھا تھا جس کو لے کر یہ ساری بحث ہو رہی تھی۔سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس۔بکھرے بال،بیزار صورت،کھچے اعصاب،شرٹ کی آستین موڑے اور جبڑے سختی سے بھینچ وہ بے دلی سی اس ساری بحث کا حصہ بنے بیٹھا تھا۔

کچھ دیر پہلے تقریب سے آنکھ بچا کر وہ چھت میں دیے گئے اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا جب اختر اور شازیہ کمرے میں آ دھمکے اور اسے زبردستی یہاں سب کے بیچ لان میں لا کر بیٹھا دیا۔

ٹھیک ہے اگر میری بات پر یقین نہیں تو پوچھ لیں نہ آپ لوگ دران سے وہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتا ہے۔

شازیہ نے سر جھکائے بیٹھے دران کی طرف بڑے مان سے اشارہ کیا۔اب سب کی نگاہیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں جو کسی کی طرف نگاہ تک اٹھانے کا روادار نہیں تھا۔دستگیر بیگم نے ایک خونخوار نگاہ شازیہ پر ڈالی اور پھر تنک کر ساڑھی کے پلو سے بوڑھا جھری زدہ ہاتھ باہر نکالا۔

اپنی ماں کی طرح چالاک مت بن شازیہ۔بچپن میں اسے پالیں پوسیں ہم۔پڑھائیں،لکھائیں اور اب جب جوان ہو گیا اور کمانے جوگا ہو گیا تو آ گئی تو حق جتانے۔واہ بھئی واہ

دستگیر بیگم کے غصیلے لہجے میں طنز کا عنصر خوب شامل تھا جو شازیہ کا تن من جلا گیا۔اسفند نے گھٹی سی سانس خارج کی۔شازیہ نے برہم نگاہ اسفند پر ڈالی۔

پوچھیں ان سے کھڑے ہیں سامنے میں نے کہا تھا میرا بھتیجا ہے دے دیں مجھے۔تب بھی یہ اسفی بھائی کا ہی فیصلہ تھا۔میں چپ ہو گئی لیکن

اب نہیں ہر سال ایک ہی بحث کو ان تک محدود کر کے چلی جاتی ہوں میں لیکن اس دفعہ خالی ہاتھ نہیں جاؤں گی

شازیہ کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھی۔سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہی تھی۔اختر بس چور نگاہوں سے ہلکی سی لکیریں پیشانی پر ڈالے سب کے چہروں کو جانچ رہا تھا۔

ارے بس کر آئی بڑی تب بھی اسفی بھائی کا ہی فیصلہ تھا۔سو جتن ہوتے ہیں چھوٹے بچے کہ جو ہم سب نے کئے۔اپنے بچوں کے حق مار مار کر اسے پالا ہے۔

عصمت جو فائقہ کے گود میں رکھے سر کو دبا رہی تھی تیوری چڑھائے بحث میں اپنا حصہ ڈالا۔دران ان کے دلوں میں نہیں رہتا تھا مگر دران کے بنا اب ان کا جینا بھی سوہان روح تھا۔گھر کے اتنے کام وہ دران سے بنا اجرت کے لیتے تھے اگر کوئی ملازم ہوتا تو وہ بھی بڑی سی بڑی اجرت پر لات مار جاتا۔

اسفند اور یاور صرف اختر ہی نہیں طلعت کے شوہر عدنان کی وجہ سے

بھی خاموش تھے۔شازیہ تو نہ آج گھر میں موجود داماد کو دیکھ رہی تھی اور نہ ہی اسفند کی گھوری اور غصے کو۔

اچھا چچی میں اس سب بحث میں پڑنا ہی نہیں چاہتی۔آپ دران سے پوچھ لیں وہ کیا چاہتا ہے۔بات یہیں پر ختم ہو۔وہ بڑا ہو گیا ہے۔اپنا فیصلہ خود لے سکتا ہے اب شازیہ نے عصمت کی بات پر منہ بسورے نگاہیں پھر سے دستگیر بیگم کی طرف گھمائیں۔

دران کیا چاہے گا۔ابھی سولہ کا ہوا ہے۔ویسے بھی اس کی شادی ہم سبرینا سے کریں گے۔اوپر والا پورشن آباد کرے گا۔یاور پڑھا رہا ہے۔لکھا رہا ہے۔اس کا حق زیادہ ہے اس پر داماد بھی تو بیٹے جیسا ہوتا ہے۔دستگیر بیگم نے ہاتھ نچا کر فوراً اگلا فیصلہ سنا دیا۔سبرینا کے ہاتھ دستگیر بیگم کی ٹانگوں پر ہی رک گئے۔

مسوائے روبی اور سونی کے سب کی آنکھوں کے حجم بڑھ چکے تھے۔ہونقوں کی طرح سب دستگیر بیگم کی طرف دیکھ رہے تھے۔سبرینا نہ سمجھی سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔دران نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں

مگر نظر نہیں اٹھائی۔شائد وہ ان کے احسانوں کا قرض چکاتے چکاتے ایک کٹھ پتلی بن کر رہ گیا تھا۔بچپن میں تو وہ اتنا نہیں جانتا تھا کہ آخر وہ سب اس کی کھینچا تانی میں کیوں لگے رہتے ہیں۔لیکن اب پتہ چلا تھا نوین نے بارہ سال باہر رہ کر پاکستان میں اچھی خاصی جائیداد بنا رکھی تھی جو قانونی طور پر اس کے جوان ہونے کی منتظر تھی اور ملک ہاؤس میں بھی وہ نوین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سا آدھا حصے دار تھا۔

چچی!!!!! ایسے کیسے آپ رشتہ طے کر رہی ہیں دران کا؟

شازیہ تو تلملا اٹھی۔اس کے آگے کے منصوبے بھی چکنا چور ہوتے نظر رہے تھے۔اس نے اور اختر نے تو سوچا تھا کہ وہ اپنی بیٹی رانیہ کی شادی دران سے کر دیں گے مگر یہاں تو اور ہی کہانی تھی۔

کیوں کیا برائی ہے ہماری سبرینا میں؟

روبی نے ناک چڑھائے سوال کیا وہ چائے کی ٹرے تھامے کچھ دیر پہلے ہی لان میں داخل ہوئی تھی۔دستگیر بیگم کے ذہن میں سبرینا اور دران کے رشتے کا خیال ڈالنے والی بھی تو وہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں برائی کی بات نہیں کر رہی ہوں۔مانتی ہوں چچی اب اس گھر کی سربراہ ہیں لیکن کیا ایسے بچوں سے بنا پوچھے ان کے رشتے طے کر دیے جاتے ہیں۔اتنے چھوٹے ہیں دونوں۔

شازیہ نے نفرت آمیز لہجے میں فیصلے کی تردید کی۔وہ اپنے حصے کا بٹوارا اپنی شادی کے کچھ عرصے بعد اپنے والد کی زندگی میں ہی لے چکی تھی اب تو جتنا کچھ تھا وہ نوین کے بعد دران کو جاتا تھا۔

ارے بی بی ہمارے بچوں کو ایسی پٹیاں مت پڑھا۔دران کی تربیت ہم نے اپنے انداز میں کی ہے وہ جانتا ہے ملک ہاؤس کا پتا پتا میری مرضی پر ہلتا ہے اور شادی نہیں کر رہے ہیں اس کی ابھی ہم۔رشتہ طے کیا ہے بس۔مجھے پتہ ہے تجھے کس بات کی آگ لگ رہی ہے۔

دستگیر بیگم نے گردن اور آنکھیں ایک ساتھ گھمائیں اور پھر نخوت سے کچھ دور کھڑی شازیہ کی بیٹی رانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے دوپٹہ درست کیا۔شازیہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک جست میں وہ دران کے سر پر کھڑی تھی۔

دران تم بولو کہاں رہنا ہے تمہیں؟بتاؤ ان سب کو

دران تاہنوز سر جھکائے ضبط کے آخری دہانے پر تھا۔یاور نے دران کے جھکے سر کو بغور دیکھا اور چپ کا روزہ توڑے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔سفید قمیض شلوار میں ملبوس یاور ملک کی اٹھان آج بھی قائم تھی۔

بس کریں آپ سب۔کیا تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے بچے کی زندگی کو۔دران کی شادی چاہے سبرینا سے ہو یا نہ ہو وہ میرا بیٹا ہے اور رہے گا۔سوری شازیہ باجی پہلے میں بھی یہی سوچا کرتا تھا۔دران کو آپ کے پاس ہونا چاہیے لیکن اب نہیں۔مجھے یہ جان کر نہایت افسوس ہوا کہ آپ کی محبت بھی نوین بھائی کی جائیداد تک ہی محدود ہے۔

یاور کے اعصاب تنے تھے۔مگر وہ اپنے لہجے کو حد درجے دھیما رکھے ہوئے تھا۔شازیہ اس سے بڑی تھی اور اس کا احترام اپنی جگہ تھا۔یاور نے چند قدم آگے بڑھائے اور دران کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھکا۔

دران بیٹا میری طرف دیکھو۔کوئی پریشر نہیں اور کوئی زور زبردستی

نہیں۔یہ صرف تمھاری زندگی ہے اور مرضی بھی تمھاری ہی ہو گی۔بولو شازیہ باجی کے ساتھ جانا ہے کیا تمہیں؟

یاور نے اپنائیت سے سوال کیا۔چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔یاور ملک پہلی وہ شخصیت تھی جس نے اسے سینے سے لگایا تھا۔وہ نہ صرف اسے اپنا چچا سمجھتا تھا بلکہ دران کی شخصیت میں موجود ٹھہراؤ اور احترام یاور کی ہی مرہون منت تھا۔

اگر تم جانا چاہتے ہو تو کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔لیکن نوین بھائی کی جائیداد کسی اور کے نہیں صرف تمھارے نام ہو گی۔

یاور نے اس کے کندھے پر دباؤ بڑھایا تھا۔دران نے نگاہ اٹھائی۔سب کے ذہنوں کی بازگشت ایک ساتھ اس کا دماغ گھما رہی تھی۔مخلص نہ یہ سب چہرے تھے اور نہ وہ جو آج اس کی سگی پھپھو بنے اپنے مفاد کی خاطر اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔سب کو اس کے مرحوم باپ کی دولت سے غرض تھی۔

بولو دران؟شازیہ نے عجلت بھرے لہجے میں استفسار کیا۔

مجھے یہیں رہنا ہے۔بہت آہستگی سے جواب دیا۔لہجہ ضبط کا غمازی تھا۔

سرعت سے اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر وہ وہاں رکا نہیں تھا۔تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے نکل گیا۔شازیہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔دران عین وقت پر بازی پلٹ گیا تھا۔

لے بس۔س۔س۔سن لیا۔اس کے منہ سے۔پڑ گئی کلیجے میں ٹھنڈک۔اختر میاں برا مت منائیو پر لالچ اچھی بات نہیں ہے

دستگیر بیگم نے سینہ چوڑا کیئے اپنی جیت کا جشن منایا۔دستگیر بیگم نے بھی سیدھی شازیہ کے بجائے اختر پر بات کی جو تب سے اپنی بیوی کے کندھے پر بندوق رکھے چلا رہا تھا۔شازیہ سب کی طرف ایک غصیلی نگاہ ڈالتی تیزی سے پورچ کی طرف بڑھی۔کچھ دیر میں ہی اختر اور اس کے بچے بھی لان سے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

سبرینا،فائقہ،راہب،برھان تم لوگ بھی چلو کمروں میں

یاور جو ابھی تک دران کی کرسی کے قریب کھڑا تھا۔غصے سے باقی بچوں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کو کمرے میں جانے کا اشارہ کیا۔تھکی سی فائقہ،ہونق سی سبرینا،نیند سے بھاری ہوتی آنکھوں والا راہب اور تیوری چڑھائے برھان اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر باری باری لان سے جا چکے تھے۔بچوں کے جاتے ہی یاور نے اپنا رخ پوری طرح دستگیر بیگم کی طرف موڑا جو چائے کے کپ کو ختم کئے اب پاس بیٹھی روبی کو پکڑا رہی تھیں۔

اماں یہ سبرینا اور دران کے رشتے والی بات کیا ہے یہ سب؟یاور کے لہجے میں رعب اور دبدبا تھا۔

تو کیا باہر کی لے آئیں عیش کرنے کو۔کوئی اور آئی نہ دران کی دلہن بن کر تو دیکھ لینا کیسے آنکھیں پھیر لے گا۔ارے بھئ سبرینا سے بیاہ دیں گے تو کیا برائی ہے نوین کے بعد سب اس کا ہے۔گھر میں رہ جائے سب

دستگیر بیگم نے ہاتھ اٹھائے نخوت سے وضاحت دی۔

نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے میری بیٹی کو ان لالچ کے جھمیلوں میں ڈالنے کی۔دران سے کوئی زبردستی نہیں کرے گا یاور نے ہاتھ تانے

تنبیہہ کیا۔

نہیں کوئی اس سے زبردستی نہیں کرے گا۔ہاں لیکن اگر وہ مان جائے تو کیا برائی ہے اس میں

روبی نے کندھے اچکاتے ہوئے اپنی بات کہی اور تائیدی نگاہ اسفند پر ڈالی۔

میں یاور کے ساتھ متفق ہوں۔دران کی شادی کا فیصلہ ہم نہیں لیں گے وہ خود لے گا۔اسفند نے دو ٹوک لہجے میں بات ختم کی اور خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر قدم پورچ کی طرف بڑھا دیے۔

اس کو کاہے کی چپ لگی ہوئی ہے؟آج شازیہ کو بھی پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا۔دستگیر بیگم نے ٹھوڑی پر ہاتھ دھرے روبی کی طرف دیکھتے ہوئے اسفند کی خاموشی کے بار میں تجسس ظاہر کیا۔

روبی نے کندھے اچکائے اور الجھی سی اپنی جگہ سے اٹھی۔اسفند ملک کے پیچھے قدم پورچ کی طرف بڑھا دیے۔سب لوگ آہستہ آہستہ لان کو

سنسان چھوڑ کر جا چکے تھے۔گھپ اندھیرے میں ڈوبے لان میں کرسیاں اب خالی پڑی تھیں۔

سفید رنگ کی چادر میں لپٹے اس تکیے پر وہ سر رکھے ہوئے تھی۔گھنی سیاہ پلکیں گالوں کی اوپری ہڈی پر دھیرے سے لرزیں۔کسلمندی سے بائیں کروٹ سے سیدھی ہوئی تو کتنی ہی گھنگرالی لٹیں گال سے الگ ہوتی گردن پر جا گریں۔

دھیرے سے کسمسائی اور پھر ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔خوف سے پھٹی آنکھیں۔وحشت زدہ سی۔کہاں تھی وہ؟؟؟دل ڈوب کر ابھرا۔

ملگجا سا اندھیرا اور اوپر نفیس لکڑی کے کام والی چھت۔نگاہ چھت کے نقش و نگار سے ٹکرا کر پلٹی وہ سینے تک گرم ملائم کمبل اوڑھے ہوئے تھی۔

اف شکر۔۔۔۔۔۔دل کی دھڑکن تیز رفتاری سے متوازن ہوئی۔ہاں وہ ریزروٹ کے بیڈروم میں تھی۔جہاں شام کو وہ لاویا سے یہاں پہنچے

تھے۔خوف کی کپکپی جو کچھ دیر پہلے پورے وجود کو گھیرے ہوئی تھی پرسکون ہوئی۔آہستگی سے ہلکا پھلکا ہوتا سر اس نے دائیں طرف موڑا۔

پوری دیوار میں نصب شیشے کی بند کھڑکی باہر کے منظر کو واضح کر رہی تھی۔سفید پردے کھڑکی کے دائیں بائیں سمیٹ کر باندھے ہوئے تھے۔سامنے ریزروٹ کے جلتے بڑے بڑے بلب کی روشنیوں میں واضح ہوتے منظر میں سمندر کی لہریں پتھروں سے ٹکراتے ہوئے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔پتھروں سے ٹکراتیں ان کو بھگوتیں اور پھر چنچل حسینہ کی طرح شرارت سے پیچھے ہٹ جاتیں۔ایسی چنچل حسینہ جو محبوب کے کان میں مدبھری سرگوشی کرے اور پھر اس کی قربت سے پہلے پیچھے ہٹ جائے۔

وہ مبہوت ہوئی۔اس حسین منظر کو دیکھ کر چند لمحے احساس نہیں ہوا کہ وہ ٹکٹکی باندھے بس باہر دیکھے جا رہی ہے۔پھر اچانک دران اور انل کا خیال آتے ہی دونوں ہاتھوں کا سہارا لیے اٹھ بیٹھی۔بیڈ اتنا نرم تھا کہ پورا وجود اندر دھنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

گرم کوٹ جو سونے سے پہلے اس نے اپنے اوپر سے اتارا تھا کچھ دور کاؤچ پر پڑا تھا۔خود وہ ہلکے سبز رنگ کی ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھی۔کمبل کو خود پر سے ہٹاتی بیڈ سے نیچے اتری۔گرم اور نرم کمبل سے نکلتے ہی باہر کی خنکی نے جھنجوڑ دیا۔

درمیانے سائز کا کمرہ تھا جس میں ایک بیڈ ایک کاؤچ اور دیوار میں نصب سلائڈنگ ڈور الماری تھی۔وہ کوٹ پہن رہی تھی۔کیونکہ بستر سے نکلنے کے بعد احساس ہوا سردی جسم کے اندر گھس رہی ہے۔نیند پوری ہونے کے بعد اعصاب تو ہلکے پھلکے ہو چکے تھے مگر بھوک کی شدت بے انتہا بڑھ چکی تھی۔

کوٹ اور جوتے پہننے کے بعد اسکارف کو گلے کے گرد گھماتی وہ کمرے کے دروازے تک پہنچی۔ایک سکینڈ کے توقف کے بعد وہ دروازہ کھول چکی تھی۔

اندھیرے کمرے میں سے اچانک روشن لاؤنج میں آنے پر لمحہ بھر کو آنکھیں چندھیا گئیں۔ایک لمحے کے لیے آنکھوں کو میچ کر کھولنے کے

بعد وہ اب سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔سنگل صوفے پر ایک طرف گردن ڈھلکائے انل سو رہا تھا اور صوفے پر دران کروٹ لیے کشن کو دونوں بازوؤں میں بھینچے گہری نیند میں تھا۔آتش دان میں جلتی آگ کی حدت کی وجہ سے لاؤنج کمرے کی نسبت کافی گرم تھا۔

دران کے پاس سے گزرتی ہوئی وہ اس صوفے کے پاس آئی تھی جہاں انل بے آرامی میں سو رہا تھا۔دائیں طرف گردن کو صوفے کے ہتھے پر رکھے کشن پر ٹکائے وہ اس پر سر رکھے سو رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سنیں

آہستگی سے پکارتی ہوئی وہ تھوڑا سا جھکی۔مدھر سی آواز نے آتش دان میں بھڑکتے شعلوں کا ساتھ دیا۔

سنیں۔۔۔

ایک دفعہ اور اس نے آواز کا درجہ بڑھا کر پکارا۔

ہوں۔۔۔کیا ہوا؟

انل نے کسلمندی سے بوجھل آنکھیں کھولیں۔پھر حواس میں آتے ہی جلدی سے چوکنا ہوا۔ایک نظر سر پر کھڑی جوی پر ڈالی اور پھر دران پر۔

کچھ نہیں ہوا۔وہ آپ یوں صوفے پر سو رہے ہیں روم میں جا کر سو جائیں

نہیں میں ٹھیک ہوں یہاں۔آپ جائیں آرام کریں

انل نے کشن اٹھا کر گود میں رکھا اور شائستگی سے انکار کیا۔

میں آرام کر چکی ہوں۔آپ سو جائیں اب۔یہاں تو آپ کمفرٹیبل نہیں

وہ واقعی اب چہرے اور انداز سے کافی پرسکون لگ رہی تھی۔انل نے آبرو اچکائے۔گہری سانس خارج کی۔

اچھا بہت شکریہ مشکور لہجے میں کہا۔نیند نے تو ویسے بھی بے حال کر رکھا تھا۔

کشن گود سے اٹھایا اور ایک نگاہ گھڑی پر ڈالی رات کے تین بج رہے

تھے۔انل اب بوجھل قدموں سے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

انل کے جانے کے بعد وہ یونہی کمرے کا جائزہ لیتی ہوئی آگے بڑھی۔قدم اس کے صوفے تک آئے اور پھر آگے ڈگ نہ بھر سکے۔

گہری نیند میں سویا وہ کسی بچے کی مانند معصوم لگ رہا تھا۔ماتھے پر بکھرے سیدھے بال،بڑھی ہوئی شیو کشن کو دونوں بازؤں کی مدد سے سینے سے لگائے ہوئے۔

نگاہیں اس کے نقش نقش کو عقیدت سے چھو رہی تھیں جو اس کے دل میں چھپی بے پناہ محبت سے بے خبر سو رہا تھا۔

دل اس کو چاہ سکتا تھا صرف پانے کا تصور بھی کرنا خود کا مزاق اڑانے جیسا تھا۔اس کے مقابلے میں وہ کچھ بھی تو نہ تھی۔یونہی اپنی سوچوں میں مگن وہ اس پر نگاہیں ٹکائے کھڑی تھی جب وہ دھیرے سے کسمسایا اور بھنویں سکیڑے آنکھیں کھول دیں۔

اس کے یوں اچانک جاگ جانے پر وہ گڑبڑا گئی کیونکہ وہ اسے یوں سر

پر کھڑے اور مبہوت ہو کر تکتے دیکھ چکا تھا۔دران کے چہرے پر حیرت
کی ہلکی سی رمق ابھری اور معدوم ہوئی۔

وہ۔۔۔انل صوفے پر سو رہے تھے۔تو میں نے ان کو روم میں بھیج
دیا۔میری۔۔نیند پوری ہو گئی تھی۔

وہ اسے یوں اپنی صفائیاں پیش کر رہی تھی جیسے چوری پکڑی گئی
ہو۔ویسے شائد پکڑی ہی گئی تھی۔کیونکہ اس کی نگاہیں عجیب طرح جوی
کو دیکھ رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہوں۔۔۔آپ کب اُٹھیں؟

کشن کو ایک ہاتھ سے سینے پر سے ہٹاتا وہ اب اٹھ بیٹھا تھا۔ایک ہاتھ
سے پیشانی پر آئے بال درست کئے اور گھڑی پر نظر ڈالی۔

تین بجے۔۔ابھی ک۔۔کچھ دیر پہلے بلاوجہ گلے میں ڈالے سکارف کو
درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

مضطرب کیفیت میں کچھ نہ سمجھ آنے پر رخ موڑے کچھ قدم کے

فاصلے پر موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔دران اب بلاجواز ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

کیا ہے عجیب سی خاموشی تھی۔جوی نے نگاہ پھر سے اس کی طرف

اٹھائی وہ اب آتش دان کے شعلوں پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔سفید پاؤں

میرون رنگ کے رگ پر دھرے تھے اور اس کے جوگرز قریب پڑے

تھے۔وہ اب اس کے پیروں پر نگاہ ٹکائے ہوئے تھی جب دران کی آواز

ابھری۔

آپکی دوست حنا یہی نام بتایا تھا؟

جوی نے چونک کر اوپر دیکھا وہ اسی کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔صوفے کی

پشت چھوڑے تھوڑا آگے جھکا ہوا۔

ان کا کوئی ایڈریس وغیرہ معلوم ہے کیا؟

نہیں ایڈریس تو نہیں فون نمبر اس کے شوہر کا تھا۔میرے موبائل میں

پر۔۔۔

جوی نے رک کر مایوسی سے کندھے گرائے۔موبائل تو چین آنے سے

پہلے ہی اس سے چھین لیا گیا تھا۔دران نے اس کی ادھوری بات سمجھتے ہوئے پرسوچ انداز میں سر ہلایا۔جوی نے سر جھکایا پھر جھٹکے سے اٹھایا۔

ہاں۔۔۔پاکستان میں اس کے گھر والوں سے اس کے شوہر کا نمبر لے سکتے ہیں۔وہ اپنی نگرانی میں حنا سے بات کرواتا ہے ان کی۔مجھے وہ نمبر یاد ہے۔پرجوش لہجہ تھا۔آنکھیں کسی امید سے چمکیں۔

گڈ۔۔۔

دران نے پرسوچ انداز میں سر ہلایا۔صوفے کی پشت سے سر ٹکائے بازو کو اوپر کیا۔

حنا بچ جائے گی نہ؟

سہمے سے لہجہ میں پوچھا۔دران نے نگاہ اس کے چہرے پر گاڑی۔فکر مندی چہرے پر صاف واضح تھی۔

وقت سے پہلے کیا کہہ سکتے ہیں

دو ٹوک روکھے سے لہجے میں جواب آیا۔جوی کو روکھا پن محسوس

ہوا۔ایسا کیوں تھا وہ؟ایک پل میں بہت احساس کرنے والا اور ایک پل ایسے جیسے اس سے زیادہ کوئی اجنبی نہ ہو۔

جی

وہ سر جھکا گئی۔بوجھ ہوں میں اس پر۔دل پر بھاری پن بڑھنے لگا۔آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے لگیں۔

آپ حنا کے ساتھ پاکستان نہیں جا سکیں گی۔

دران کی آواز پر حیرت زدہ سر اوپر اٹھایا۔نگاہیں اس کی گہری نگاہوں سے جا ٹکرائیں۔آنسوؤں سے بھری بڑی بڑی آنکھوں کی پتلیاں۔ایک پل کو لگا ابھی چھلک جائیں گی۔

دیکھیں حنا اور آپ کی سچویشن میں بہت فرق ہے۔آپ کو ابھی پاکستان میں بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔یہ لوگ بہت بہت مضبوط ہوتے ہیں اور آپ کو پاکستان میں اتنی سکیورٹی نہیں ملے گی

پھ۔۔پھر میں کب جا سکوں گی؟زکام زدہ لہجہ

ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا

دران نے کندھے آہستگی سے اچکائے۔جوی کے چہرے پر خوف ایکدم سے بڑھ گیا۔گلے میں بھی نمکین سے پانی کا احساس بڑھنے لگا۔

جوی کی آنکھوں کی پتلیوں میں چمکتا پانی اس سے مخفی نہیں تھا۔وہ سوچ رہی تھی شائد وہ بوجھ ہے اس پر۔وہ معصوم لگ رہی تھی اس وقت شام والی جوی سے مختلف جس سے وہ متاثر ہوا تھا۔اب ترس آ رہا تھا۔قابل رحم لوگوں سے نفرت تھی اسے مگر نا جانے کیوں اس وقت سامنے بیٹھی لڑکی سے انسیت محسوس ہوئی۔

ڈونٹ وری۔ابھی آپ میرے ساتھ جائیں گی آہستگی سے کہا اس دفعہ لہجے میں بے رخی نہیں تھی۔

کہاں؟

روندھائی آواز۔۔۔کانپتی سی۔۔۔جیسے بمشکل گلے سے برآمد ہو۔

امریکہ میرے گھر

دران کے جواب پر حیرت سے زیادہ وہ الجھ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔آہ۔ہ۔ہ۔ہ۔۔آنکھ چھلک پڑی۔جلدی سے انگلی کی پور سے آنکھ کے کونے کو دبایا۔

مگر آنسو تھے کے تھمے نہیں گال ایک سکینڈ میں بھیگ گئے۔

پریشان مت ہوں۔دراصل میں آپ کی اجازت کے بنا آپ کو اپنے مقصد کے لیے بھی استعمال کر چکا ہوں۔یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو بچانے اور مجھے میرے مخالفین کو سبق سکھانے کے لیے میں نے صرف ایک تیر کا استعمال کر لیا۔

دران اب حد درجہ اپنائیت سے اسے وضاحت دے رہا تھا۔اس کا روتا چہرہ۔۔۔وہ کیوں اس پر ترس کھا رہا تھا۔

اب آپکو میرے اور مجھے آپ کے ساتھ کی ضرورت ہے۔کیا آپ دیں گی؟۔

وہ ابھی اس کی پہلی بات کو مکمل طور پر سمجھ نہیں پائی تھی کہ اس کی

مدد کے لیے کہنے پر اور پر تجسس ہوئی۔گالوں کے صاف کرتے ہاتھ وہیں تھم گئے۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔۔تین۔۔۔سکینڈ۔۔

میں سمجھی نہیں کہ۔۔کیسا ساتھ؟

الجھن سے پیشانی پر شکن ڈالے سوال کیا۔ہاتھ اسکارف کے کونے پر گرفت مضبوط کر رہے تھے۔پلکیں آنسوؤں سے تر تھیں۔پتلیوں کی سفیدی میں ہلکی سی لالی۔

وقت آنے پر بتاؤں گا فلحال تو یہ کہ جیسا میں کہوں گا ویسے کرنا ہو گا آپکو۔

جوی نے تاہنوز الجھی سی نظروں سے دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔اسکارف سمیت ہاتھ اٹھایا اور نم گالوں پر پھیر دیا۔پھر نظریں جھکا کر اون کے سرے انگلی کی پور کے گرد لپیٹنے لگی۔دران نے اس کی جھکی نگاہوں والے چہرے کو بغور دیکھا۔بھوک کی شدت اسے اب نڈھال کر

رہی تھی۔

بھوک لگی ہو گی آپکو کچن میں آئی تھنک کچھ نہ کچھ ہو گا۔

دران کے اچانک اس کے ذہن کی بات کر دینے پر وہ چونکی مگر کچھ بول نہیں سکی خجالت سے بالوں کی لٹ کو سمیٹا اور اثبات میں سر ہلایا۔سر پھر سے جھکا دیا۔ہاتھ اب بھی دوسرے ہاتھ پر سرخ سکارف کے کنارے کو لپیٹ رہا تھا۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔سکینڈ

آپ کو خود کرنا ہو گا۔وہ سامنے ہے کچن

اف ف۔ف۔کیا وہ اس سے توقع کر رہی تھی وہ اس کی مہمان ہے یہاں۔اس کے جملے پر جوی نے خجالت سے سر اٹھایا۔لب بھینچے وہ کچن کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔نادم سی اپنی جگہ سے اٹھی۔پھر رکی۔

آپ کچھ کھائیں گے؟

جھجھک تھی لہجے میں۔وہ کچھ سوچ رہا تھا۔پھر چہرہ اوپر اٹھایا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جو آپ کھائیں گی وہی بنا لیجیے گا میرے لیے

زبردستی کی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔جوی نے اثبات میں سر ہلایا اور قدم لاؤنج سے ملحقہ اوپن کچن کی طرف بڑھا دیے۔

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کچن کے اندر موجود فریج میں انڈے،بریڈ،دودھ،اور مختلف چیزوں کے ریڈی فوڈ ٹن موجود تھے۔صبح تو ہونے والی تھی۔ٹوسٹ اور آملیٹ کا سوچتے ہوئے اس نے بریڈ کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔

ٹیکسی تنگ سی گلیوں میں ہوتی ہوئی اب ایک جگہ رک گئ تھی۔پچھلی نشت کا دروازہ کھولے دران بھنویں اٹھائے ارد گرد بنے گھروں کو دیکھتا ہوا اترا۔

ٹیکسی سے نیچے اتر کر ایک نگاہ ہاتھ میں پکڑی کاغذ کی چٹ پر ڈالی اور پھر سامنے لگے بورڈ پر یہی وہ ایڈریس تھا جو حنا کے شوہر نے لکھوایا تھا۔انل ٹیکسی کو کرایہ ادا کرنے کے بعد بالکل اس کے برابر ہیں آ کر

کھڑا ہوا۔

دران نے ایک نگاہ انل پر ڈالی اور سر کی ہلکی سی جنبش کے ساتھ آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔چند قدم اٹھانے کے بعد وہ سفید رنگ کے لکڑی کے بنے گیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔یہ سنگل ڈور گیٹ تھا۔دران نے آہستگی سے گھنٹی پر ہاتھ رکھا۔

ریزروٹ سے سیدھا وہ آگے نکل آئے تھے۔پاکستان میں حنا کے ماں باپ کے گھر سے با آسانی اس کے شوہر کا نمبر مل گیا تھا۔

وہ چونگکینگ کے ایک متوسط طبقے میں رہائش پزیر تھا۔چونگکنگ کی فلائیٹ پکڑ کر وہ تینوں کچھ گھنٹوں کی مسافت کے بعد یہاں پہنچ گئے تھے۔یہاں کے نمبر سے دران نے حنا کے شوہر کو فون کیا اور خود کو کلائنٹ ظاہر کیا اور اب اس کے منہ مانگے دام پر وہ اس کی بیوی کے کلائنٹ بن کر اس کے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔

چونگکینگ پہنچتے ہی انہوں نے ایک ہوٹل میں رہائش لی جہاں وہ اب جوی کو چھوڑ کر خود یہاں آئے تھے۔

تیسری گھنٹی پر ہی سفید دروازہ کھل گیا۔بدبو کے بھبھکے اڑاتا خبیث شخص غالباً حنا کا چینی شوہر ہی تھا۔

ایڈوانس پے منٹ فرست

بڑے انداز میں اس نے پینٹ کی جیب سے پسٹل کی ہلکی سی جھلک دکھاتے ہوئے دران سے کہا۔دران نے انل کو اشارہ کیا۔انل نے فوراً کوٹ کی جیب سے پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔پیکٹ کو ہاتھ میں لے کر اس نے اچھالا اور پھر دروازے سے پیچھے ہوتے ہوئے دونوں کو راستہ دیا۔

آؤ

چھوٹی سی گیلری تھی جس میں وہ اس شخص کے پیچھے چل رہے تھے۔اس کی پینٹ کی جیب میں سے پسٹل اب بھی نظر آ رہا تھا۔

گیلری کے آگے لاؤنج اور سامنے دو بند دروازے تھے۔بدبودار سا لاؤنج ایک عدد صوفے میز اور سامنے بڑی سکرین ٹی وی پر مشتمل تھا۔

کچھ پیو گے پہلے۔۔لڑکی اور کمرہ تیار ہے

شخص نے مسکراتے ہوئے ایک طرف میز پر دھری شراب کی بوتلوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں پیوں گا۔یہ اندر جائے گا

دران نے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ حیران ہوا۔

اکٹھے نہیں جائے گا کیا۔؟

دران نے نفی میں سر ہلایا وہ خباثت سے قہقہ لگا گیا

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔جیسے تم لوگوں کا مرضی۔پر وقت کے حساب سے چارج ہے اس سے زیادہ نہیں ہو گا

انگلش زبان میں بولتے ہوئے اس نے انگلی کھڑے کئے تنبیہ کیا۔

ہاں۔۔۔فکر نہ کرو دران نے ہاتھ کھڑا کیے تسلی دی اور پھر انل کو جانے کا اشارہ کیا۔

وہ کمرہ ہے سر۔انجوائے۔۔۔

وہ انل کو آنکھ مارنے کے بعد کمرے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔انل نے گہری سانس باہر انڈیلی ایک چور نگاہ دران کی نگاہوں سے ملائی اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

پک میں خود لگاؤں گا

دران نے شراب کی بوتلوں کی طرف بڑھتے شخص کو روکا وہ بتیسی نکالے کندھے اچکاتا ہوا پیچھے ہوا۔دران اب میز کی طرف جا رہا تھا۔

انل کمرے میں داخل ہوا تو سامنے بے بس سی لڑکی کو چند ثانیے میں پہچان گیا۔وہ ان کی ہی بلڈنگ کی لڑکی تھی۔دل کے پھٹنے جیسا احساس ہوا۔وہ نگاہیں جھکائے ایک ربورٹ کی مانند بیٹھی تھی۔میک سے اٹا چہرہ۔شرمناک لباس۔انل نگاہیں چرا گیا۔

پھر بمشکل سر اوپر اٹھایا۔

حنا

انل کی آواز پر وہ بری طرح سٹپٹائی،سرعت سے سر اوپر اٹھایا۔وہ پھٹی

آنکھوں سے انل کو دیکھتی ایک دم سے اٹھی۔ہچکی سی بندھی اس کی چیخ برآمد ہوئی۔

شششش۔۔۔چپ چپ۔۔۔۔آپ کو یہاں سے لینے ہی آئے ہیں

وہ سہم گئی اس کی کیفیت بے یقینی جیسی تھی کبھی ہنس رہی تھی تو کبھی رو رہی تھی۔انل لبوں پر ہاتھ رکھے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔انل کی طرح شائد وہ بھی اسے پہچان گئی تھی۔

روئیں مت پلیز۔۔۔چپ۔۔۔آپ بلکل سیف ہیں اب

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

انل نے حنا کو خاموش رہنے کا کہتے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا۔بنا کسی کھڑکی اورروشن دان کے اس چھوٹے سے کمرے میں صرف ایک ہی مقصد کا سازو سامان تھا۔انل کے چپ کروانے کے باوجود سامنے کھڑی بے جان حنا گھٹی گھٹی آواز میں روئے جا رہی تھی۔

قید اور وہ بھی اذیت بھری اس میں کسی ذی روح کی کیا حالت ہوتی ہے۔سامنے بیٹھی وہ لڑکی ہی جانتی تھی۔پچھلے چھ ماہ سے وہ یہاں قید و

بند میں تھی۔ماں باپ نے تو یہی سوچ کر رخصت کیا تھا کہ نہ صرف اس کا مستقبل سنور جائے گا بلکہ پیچھے ان کے گھر کو بھی سہارا ملے گا۔

شادی کے جھانسے میں یہاں لا کر شوہر اس سے چھ ماہ سے جسم فروشی جیسا گھناؤنہ کروبار کروا رہا تھا۔اس کے گھر والوں کا منہ ہر ماہ چند ہزار بھیج کر بند کر دیتا تھا۔وہ اپنی نگرانی میں حنا کی بات گھروالوں سے کرواتا تھا۔جس میں وہ یہ کہتی کہ وہ بہت خوش ہے اور یہاں ایک سٹور میں ملازمت کرتی ہے جس کی وجہ سے آپ لوگوں کو پیسے بھیج رہی ہے۔

سارا دن وہ اس چھوٹے سے فلیٹ نما گھر میں بند رہتی۔شوہر کا جب دل کرتا تشدد کرتا اور منہ مانگے داموں پر جسم فروشی کرواتا۔

وہ اب مایوس ہونے لگی تھی۔خود کو حالات پر چھوڑ دیا تھا۔لیکن آج یوں کوئی اسے بچانے کے لیے آ جائے گا یہ ناقابل یقین تھا۔

مجھے یہاں سے جانا ہے۔مجھے پاکستان جانا ہے اپنے گھر۔پلیز مجھے لے چلو یہاں سے

کانپتے ہاتھوں سے راہ فرار کی جا پر کھڑی وہ اب بھی بے یقینی سے سامنے کھڑے انل سے منت سماجت کر رہی تھی۔

جائیں گی ضرور جائیں گی۔بلیو می۔آپ رونا بند کریں۔آواز باہر جائے گی۔

انل نے تسلی آمیز لہجے میں سمجھایا۔تحفظ کی یقین دہانی کے لیے اپنا کوٹ اتار کر اس کے کندھوں پر ڈال دیا۔نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا اور کمرے کے بند دروازے کو بغور دیکھا جس کے پار چھوٹے سے لاؤنج میں لگے صوفے پر حنا کا شوہر بیٹھا تھا اور دران ہاتھ میں دو گلاس تھامے اس کی طرف آ رہا تھا۔گلاسوں میں موجود محلول کی اوپری سطح پر سفید جھاگ کی دبیز تہہ تھی جو دران کے ڈگ بھرنے سے گلاس کے کناروں سے ٹکرا رہی تھی۔

بڑی مہارت سے دران نے گلاس کے اندر موجود اس محلول کے اندر بے ہوشی کی دوا ملائی تھی۔کن اکھیوں وہ سامنے بیٹھے شخص کو دیکھتا ہوا اب اس کے قریب آ چکا تھا۔وہ بڑے مزے سے ٹانگیں پسارے ٹی وی

پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

آپ کے لیے۔

دران نے بھرپور مسکراہٹ چہرے پر مزین کئے اس کی طرف گلاس بڑھایا۔وہ چونکا حیرت سے دران کی طرف دیکھا۔بھرپور اداکاری۔

اوہ۔۔اپنا میں خود بنا لیتا آپ نے تکلیف کی۔پر اب کر دی ہے تو لائیں دیں

پیلاہٹ سے بھرے دانت نکالے وہ اب دران کے ہاتھ سے گلاس تھام رہا تھا۔دران نے گلاس اسے پکڑایا اور خود بائیں طرف لگے کاؤچ پر براجمان ہوا۔وہ گلاس کو لبوں سے لگائے شراب چڑھا بھی چکا تھا جبکہ دران ہنوز گلاس کو ایک ہاتھ میں تھامے بیٹھا تھا۔نگاہیں کلائی پر بندھی گھڑی کی سوئیوں کو آگے سرکتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔تین منٹ بس۔۔۔

آپ کو دیکھ کر لگتا ہے۔ایسے جیسے بہت دیکھا ہو کہیں وہ محلول سے بھرے گلاس کو لبوں سے ہٹائے آنکھوں کو شناسائی انداز میں چندھی کئے

دران کی طرف دیکھ رہا تھا۔دران نے آبرؤ اٹھایا۔

ہاں ایک مشہور ہالی وڈ ایکٹر سے بہت شکل ملتی ہے میری

دران نے بڑے وثوق سے جھوٹ بولا۔وہ زور زور سے سر اثبات میں ہلانے لگا۔

ہاں۔۔۔یاد آ گیا بلکل وہ راک فائیٹر کا ہیرو

وہ صوفے کے بازؤ پر ہاتھ مارے اپنی ذہانت پر اتراتا ہوا قہقہ لگا گیا۔دران نے معنی خیز مسکراہٹ سجائے بس سر اثبات میں ہلانے پر اکتفا کیا۔

واقعی بہت شکل ملتی ہے تمھاری اس سے۔مجھے بھی بہت سے لوگ کہتے ہیں میں جیکی جیسا لگتا ہوں

وہ گردن اٹھائے شیخی بگار رہا تھا۔

اچھا یقین کریں لوگ سچ کہتے ہیں

ہے نہ تمہیں بھی لگا نہ ایسا

وہ انگلی کو ہوا میں جھلاتے ہوئے تصدیق مانگ رہا تھا۔خباثت سے بتیسی نکالے ہوئے تھا۔دران اس کی انگلی کی دھیمی ہوتی رفتار کو جانچ رہا تھا۔اب کام سکینڈز پر تھا۔

اندر۔ر۔ر۔۔۔۔وہ تم۔۔۔ت۔۔تمھارا دوست ہے؟۔کس۔۔۔کام کے سلسلے میں آئے ہو۔۔۔ت۔ت۔تم لوگ چائینہ؟

دروازے کی طرف اشارہ کئے وہ دران سے اب انل کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔اُس کو ہچکی لگ رہی تھی۔آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔جنھیں وہ زبردستی کھولنے کی ناکام کوشش میں منہ کے زاویے بگاڑ رہا تھا۔دران بڑے آرام سے اپنی جگہ سے اٹھا۔محلول سے بھرا گلاس سامنے میز پر بڑی آہستگی سے رکھا۔

وہ اب حواس کھو رہا تھا۔گردن ایک طرف لڑھک گئی اور آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔دران قریب آیا پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے اس پر جھکا۔

تمھیں انجام تک پہنچانے آئے ہیں۔

سیاہ آسمان پر انگنت ستاروں کے جھرمٹ میں آخری تاریخوں کا باریک سا چاند چمکتا ہوا دنیا میں موجود بہت سے سیاہ بخت لوگوں کے دکھوں سے بے خبر تھا۔کراچی میں گھٹن زدہ تنگ گلیوں میں بنے تعفن زدہ یہ گھر جن کی ہر سیم زدہ بھبھری اینٹ اندر رہتے مکینوں کی گھٹی اور تلخ زندگیوں کی غمازی تھی۔دو کمروں اور ایک چھوٹے سے سٹور نما کوٹھڑی پر مشتمل اس گھر میں رات کے گیارہ بجے جھنگیروں کی آواز ایک بھنبھناہٹ کی طرح گونج رہی تھی۔دونوں کمروں کی بتی گلؔ تھی جبکہ سٹور میں لگا بلب جل رہا تھا سٹور کو بھی کمرے کے طور پر ہی استعمال کیا جاتا تھا۔

دسمبر کی یخ بستہ سردی میں جہاں گھر کے تمام مکین لحافوں میں دبکے سو رہے تھے وہاں سٹور میں ڈالے بستر ایک طرف بے خبر سوئی میری کی کروٹ کے مخالف سمت وہ سمٹی سی چور نگاہوں کے ساتھ گود میں رکھی کتاب پر نگاہیں دوڑا رہی تھی۔سیاہ رنگ کے جوڑے پر میرون شال کو کندھوں کے گرد لپیٹے وہ کتاب پڑھنے میں محو تھی۔

آمنہ اب اسے اپنی گھر کی لائبریری سے اسلامی کتابیں لا کر دینے لگی تھی۔روشن کتابیں۔۔۔حق سچ کو بیان کرتی ہوئی کتابیں۔۔۔۔سیدھا راستہ دکھاتی ہوئی کتابیں۔۔۔پرت در پرت رازوں پر سے پردے اٹھاتی کتابیں۔جنہیں وہ چھپا کر گھر لے آتی تھی۔ساری ساری رات وہ ان کتابوں کو پڑھنے میں گزار دیتی تھی۔

اسلام کامل دین ہے صرف ذہن اس کو تسلیم نہیں کر رہا تھا بلکہ آہستہ آہستہ دل میں لگے قفل بھی کھلنے لگے تھے۔وہ سوچنے لگی تھی۔پھر کھوجنے لگی تھی۔پھر ماننے لگی تھی بس اب ایمان لانے کی دیر تھی۔

دروازہ کھلنے کی ہلکی سی چراچراہٹ پر برق رفتاری سے اس نے کتاب کو لحاف میں چھپایا۔مضطرب سا چہرہ اوپر اٹھایا۔

جوی جاگ رہی ہو نہ؟

سنانا سر اندر کئے پوچھتے ہوئے آگے بڑھی۔سیاہ شال کندھوں پر لپیٹے وہ اندر داخل ہو چکی تھی۔

آ۔۔آ جاؤ۔۔ت۔۔تم نہیں سوئی ابھی تک؟روشنی سو گئی کیا؟

ہلکی سی گڑبڑاہٹ پر وہ بمشکل قابو پائے ہوئی تھی۔عموماً اس وقت سب سو جاتے تھے مگر آج سنانا کی بیٹی روشنی بیمار تھی۔کچھ دیر پہلے تک اس کے رونے کی آوازیں گھر بھر میں گونج رہی تھیں۔اب شائد وہ سو چکی تھی۔

ہاں سو گئی ہے۔

وہ دروازہ بند کرنے کے بعد اب اس کے بستر کے قریب آ رہی تھی۔جوی کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔دھک دھک کی آواز کے ساتھ گال گرم ہونے لگے۔

تم بھی سو جاتی نہ تھوڑی نیند پوری ہو جاتی۔

کوشش تو کی مگر سر میں بے پناہ درد تھا۔چائے پینے کو دل تھا مگر تمھارے ہاتھ کی

ہلکی سی مسکان نے سنانا کے خشک لبوں کے کناروں کو پھیلا دیا۔کتنے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عرصے بعد تو وہ یوں مسکائی تھی۔جوی نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔پیلاہٹ زدہ تھکا چہرہ،آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے اس کے حسین چہرے کو پژمردہ کئے ہوئے تھے۔دل میں ایک ٹیس اُٹھی ایک سال پہلے کیسا کھلتا چہرہ تھا اس کا چمکتی آنکھیں۔دمکتی سرخی جھلکاتی رنگت۔

ابھی بنا دیتی ہوں۔چلو ساتھ چلتے ہیں کچن میں اکٹھے بناتے ہیں

لحاف کو بڑی احتیاط سے اٹھاتی وہ اپنی جگہ سے اُٹھی مبادہ سنانا کی نگاہ کتاب پر پڑ جائے۔

وہ اس سے پہلے ہی پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔جوی نے سر کو ہلکا سا خم دیا ایک جانچتی نگاہ واپس لحاف پر ڈالی اور اس کے پیچھے پیچھے کچن میں آ گئی۔چھوٹا سا بوسیدہ کچن بھی مریم نے بڑے سلیقے سے صاف رکھا ہوا تھا۔

جوی اب برتنوں کی الماری میں سے کیتیلی نکال رہی تھی اور سنانا دودھ کی بوتل فریج سے نکال کر باہر لا رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جوی۔۔۔۔

بوتل کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے دھیمے مگر پرسوچ لہجے میں پکارا۔

ہوں۔۔۔

ایک کپ پانی کو کیتیلی پر چڑھاتے مگن انداز میں ہلکا سا ہنکارا بھرا۔

رہبر رشتہ بھیج رہا ہے پھر سے۔خالہ نے اماں کو بتایا ہے کہ وہ جلد آئیں گی

سنانا نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔جوی نے چونک کر خوشی سے دیکھا۔وہ ان کا خالہ زاد تھا جس کا رشتہ پہلے سنانا کا اچھی جگہ سے رشتہ آ جانے پر جان نے ٹھکرا دیا تھا۔رہبر سنانا کو پسند کرتا تھا۔وہ اچھا سلجھا ہوا لڑکا تھا لیکن مالی حالات اچھے نہیں تھے جس کی وجہ سے جان راضی نہیں ہوا تھا۔

یہ تو بہت خوشی کی بات ہے نہ

جوی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی جبکہ وہ اداسی سے سر جھکائے

ہوئی تھی۔

میں نے اماں سے صاف صاف کہہ دیا۔پہلے جوی کی شادی ہو گی تو ہی میں کروں گی۔تب تک روشنی بھی بڑی ہو جائے گی

میرے نصیب کے انتظار میں خود پر نصیب کے دروازے کیوں بند کر رہی ہو سنانا۔رہبر اچھا لڑکا ہے جو تمہیں یوں ایک بچی کے ساتھ بھی قبول کر رہا ہے

بہت آہستگی سے سنانا کے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نصیب وہ کیا ہوتا ہے جوی؟

اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ایک ہوک تھی جو جوی کے دل میں ٹیس بن کر اٹھی اور پھر کم ہوتے ہوئے جیسے پورے وجود میں گھل گئ۔پانی کیتیلی میں پک کر اب پتی کناروں سے چپکنے لگی۔

جوی نے فوراً پکتے پانی میں دوھ کی بوتل انڈیلی۔سفید دودھ سیاہ ہوتے پانی میں گھل کر اپنا رنگ بدلنے لگا۔

پہلے میں اکثر یہ سوچتی تھی کہ کاش کوئی ایسا بازار ہو جس سے خوبصورت چہرہ خرید لاؤں خوبصورت چہروں کے ساتھ شائد نصیب فری میں مل جائے گا لیکن اب تمہیں دیکھتی ہوں تو سوچتی ہوں نہیں نصیب خوبصورت چہروں سے نہیں جڑے ہوتے۔ابا کو دیکھ کر سمجھ آتی ہے۔نصیب تو دولت سے جڑے ہوتے ہیں۔

کھویا سا لہجہ اور آنکھیں کھولتی چائے پر تھیں۔چینی کے دو چمچ کیتیلی میں انڈیل کر وہ گم صم کھڑی سنانا کی طرف پلٹی۔

وہ مسکرائی تھی۔پھیکی سی مسکراہٹ۔سنانا نے تڑپ کر اس کے چہرے پر نگاہ گھمائی

تم بد صورت نہیں ہوئی جوی۔کیوں ایسا سوچتی ہو؟تم بہت پیاری ہو۔تمھاری آنکھیں اتنی خوبصورت ہیں سیاہ بڑی سی، گھنی لمبی پلکیں،تمھارے چہرے کا ہر نقش اتنا معصوم اور جاذب نظر ہے کہ

سنانا جلدی جلدی ایک ہی سانس میں جوی کو اس کی خوبصورتی سے آشنا کر رہی تھی۔وہ بے ساختہ ہنس دی نہ ختم ہونے والی ہنسی کندھے ہل

رہے تھے۔سیاہ کناروں والے لبوں کے نیچے سفید ترتیب سے تراشے دانت بھی دکھنے لگے۔

ہنس کیوں رہی ہو؟سچ کہہ رہی ہوں بالکل۔اور تمھارے بال لوگ تو ایسے کرل ڈالنے کو پتا نہیں کتنے پیسے لگا دیتے ہیں

سنانا نے خفگی سے گھورا۔وہ ہنستے ہوئے چائے کپوں میں انڈیل رہی تھی اور سر کو آہستگی سے نفی میں ہلا رہی تھی۔

میں نے کب کہا تم جھوٹ کہہ رہی ہو۔تمھیں میں واقعی بہت خوبصورت لگتی ہوں گی کیونکہ میں تمھاری بہن ہوں اور تمھیں مجھ سے محبت ہے۔کسی اور کی نظر سے دیکھو گی تو نہیں لگوں گی۔

چائے کا کپ اسے پکڑاتے ہوئے وہ اب بھی ہنس رہی تھی۔

نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے۔دیکھنا ایک دن کوئی شہزادہ آئے گا میری جوی کے لیے

سنانا نے جوش سے کہا چائے کا کپ دونوں ہاتھوں میں تھامے اس کا

موڈ ایکدم خوشگوار ہو گیا تھا۔چائے کے کپ سے اڑتی بھاپ اس کے چہرے تک اٹھ رہی تھی۔

پھر سے ڈائجیسٹ پڑھنے لگی ہو نہ؟مت پڑھو حقیقت بہت تلخ ہوتی ہے اس سے

جوی نے مصنوعی شکن ڈالے تنبیہ کیا۔

نہیں تو کہانیاں ہمیں جینے کے طریقے بھی تو سکھاتی ہیں۔ہر کہانی رومانوی اور خیالوں سے پرے تو نہیں ہوتی۔بہت سی کہانیاں سبق آموز بھی ہوتی ہیں۔کہاں کیا غلط ہے کیا صیح ہے یہ سب بھی تو سکھاتی ہیں۔

اچھا اماں دادی پڑھ لیا کرو۔چائے کیسی بنی ہے یہ بتا؟ '

کپ کے کنارے کو لبوں سے لگائے بھنویں اٹھاتے ہوئے سوال کیا۔

ہائے بہت بہت کڑک،فلیٹ کی بالکنی یاد دلا دی

وہ مسکرا رہی تھی۔آنکھیں بند کئے چائے کی لذت کو اندر اتارتے ہوئے وہ واقعی بیتے اچھے دنوں کی یاد میں کھوئی تھی۔

مگر جوی کو صرف بالکنی یاد نہیں آئی تھی۔کوئی اور بھی تھا جو سامنے

پارک میں سفید پتھر کے بنچ پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔

ہوٹل کے اس نفیس کمرے میں حنا کی مدھم سسکیوں کے ساتھ اس کی

آنسوؤں میں روندھی بازگشت بھی گونج رہی تھی۔

یہ چونگکینگ کے ایک فائیو سٹار ہوٹل کا کمرہ تھا جس کے وسط میں حنا

جوی کے گلے لگے ہوئے تھی۔سیاہ گرم مکمل بند کوٹ میں ملبوس وہ

شفاف آنسوؤں سے تر چہرہ لیے اس دن کی نسبت بہت بہتر حالت میں

تھی۔جوی گہرے نیلے رنگ کی جرسی کے نیچے پاؤں تک آتی گلابی

سکرٹ زیب تن کیئے۔بالوں کی سلیقے سے چوٹی بنائے پر سکون چہرے

کے ساتھ گلے لگے حنا کی کمر کو تسلی آمیز انداز میں سہلا رہی تھی۔

مجھے معاف کر دینا جوی۔میری وجہ سے اتنی تکلیف اٹھائی تم نے۔شنگ

جب بھی میری تمھارے گھروالوں سے بات کرواتا تھا تو وہ میرے سر پر

کھڑا ہوتا تھا۔جو وہ کہنے کے لیے کہتا تھا میں وہی کہتی تھی

حنا کی شادی کے بعد اس کے والدین کے ذکر پر ہی جان اور مریم کو پتہ چلا تھا کہ کوئی ایسا چینی گروہ ہے جو عیسائی بچیوں سے وہاں کے لڑکوں کی شادی کرواتا ہے۔

حنا کے والدین کے مطابق حنا وہاں بہت خوش تھی۔

بس وہیں سے جان اور مریم کو لی تاؤ کا رشتہ ملا تھا جو اس وقت ان کی اشد ضرورت تھا۔تفتیش کے لیے ایک دو دفعہ حنا سے بات ہو جانے کے بعد انہوں نے مزید لی تاؤ کی کوئی چھان بین نہیں کروائی تھی۔

مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں پگلی تم نے تو اپنی جان پر کھیل کر مجھے فون کیا تھا لیکن اُس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

جوی نے آہستگی سے کہا لمحہ بھر کو چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا۔پھر وہ مسکراتی ہوئی اس سے الگ ہوئی۔اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

بھول جاؤ سب جو بھی ہوا۔اب پاکستان جا رہی ہو تو نئے سرے سے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اپنی زندگی شروع کرنا۔

حنا کے شوہر شنگ کے بے ہوش ہوتے ہی دران اور انل اس کو وہاں باندھ کر حنا کو بحفاظت وہاں سے نکال لائے تھے۔ایسا کرنا بے حد ضروری تھا کیونکہ پولیس کو شنگ پورے ثبوتوں کے ساتھ پیش کرنا تھا۔

اس کے بعد حنا کو بحفاظت پولیس سٹیشن پہنچایا جہاں اس نے شنگ کے خلاف بیان دیا اور چائنہ پولیس کے فوری ردعمل پر بے ہوش شنگ کو اس کے گھر سے تمام ثبوتوں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔

پھر دو دن کے اندر اندر صرف شنگ ہی گرفتار نہیں ہوا تھا دران اور انل نے حنا کی ویڈیو بنائی اور اس کو وائرل کرتے ہوئے پاکستانی حکام کو جگایا جن کی توجہ اس گھناؤنے جرائم کی طرف آج تک گئی ہی نہیں تھی۔دو دن کے اندر اندر نہ صرف چائنہ میں شنگ سے لے کر لی تاؤ جیسے ایسے چال باز تمام لڑکوں کی گرفتاری عمل میں لائی گئی بلکہ پاکستان میں ان جرائم میں ملوث دھڑا دھڑ گروہ اب گرفتار ہو رہے تھے۔بہت سی لڑکیاں حنا کے ساتھ بازیاب کروا لی گئی تھیں جن کی آج رات

پاکستان روانگی تھی۔

جوی کو اور خود کو دران ابھی بھی اس سارے معاملے میں مخفی رکھے ہوئے تھا۔وہ جانتا تھا ابھی اس ایکشن پر بلیک سکیس مافیا بھی کچھ دیر کے لیے روح پوش ہو گیا ہو گا۔اسے اسی دوران جوی کو لے کر چائنہ سے نکلنا تھا۔

اب کی بار دران نے سنوکر کے کھیل جیسا داؤ کھیلا تھا سٹرگیر کو ایسی ضرب دی تھی کہ چاروں طرف بہت سی گیند نہ صرف نشانے پر آئی تھیں بلکہ لڑھکتے ہوئے چاروں خانوں کو چت کر دیا تھا۔جوی نے پاکستان میں سنانا اور راہبر سے بات کر لی تھی جنہیں وہ اپنے معاملے میں خاموشی اختیار کرنے کی تلقین کر چکی تھی۔دران اسے اس سارے معاملے سے بڑے انداز میں الگ کر رہا تھا۔اس وقت حنا پاکستان واپسی کے لیے تیار تھی اور جوی سے الوداعی طور پر گلے مل رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر جوی اور حنا نے ایک ساتھ دروازے کی طرف نظر گھمائی۔دران کے پیچھے انل کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

دران ہنوز اپنے لاپرواہ سے حلیے میں جبکہ انل سوٹڈ بوٹڈ تھا۔وہ تو کھلے سے ٹرائیوزر کی جیب میں ہاتھ ڈالے موبائل سکرین پر کچھ دیکھنے میں مگن تھا جبکہ انل اب لب بھینچے ان کی طرف بڑھ رہا تھا

آپکی فلائیٹ کا وقت ہے۔پولیس نیچے انتظار کر رہی ہے۔

حنا نے آہستگی سے سر کو اثبات میں ہلایا اور پھر سے جوی کو اپنے ساتھ لگایا۔

اپنا خیال رکھنا جوی

نم آنکھوں کے ساتھ محبت سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

تم بھی۔

وہ پیچھے ہو کر آہستگی سے مسکرائی تھی۔حنا ایک محبت بھری الوداعی نگاہ اس پر ڈالتی پلٹی اور انل کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ اب تک کمرے کے وسط میں اپنے موبائل پر سر جھکائے کھڑا تھا۔جوی کو پرپوز کرتی ویڈیو نے پورے ہالی وڈ میں ہلچل مچا دی

تھی۔میڈیا والے اور فینز دران کے غائب ہونے پر بے چینی ظاہر کر رہے تھے۔سب کو جاننا تھا کہ آخر وہ کونسی خوش قسمت لڑکی ہے جسے درانگ اپنی دلہن بنانے والا ہے۔وہ اس سے کب ملا کیسے ملا کب محبت ہوئی اور اب کب شادی کرے گا۔

دران کی پرپوز کرنے والی ویڈیو نے ہاروی اور بروس کی ویڈیو کو پس پشت ڈال دیا تھا۔لوگوں کو بس اب درانگ کے میڈیا پر بیان کا انتظار تھا۔وہ یونہی ٹرائیوزر کی بائیں جیب میں ہاتھ ڈالے پیشانی پر افقی شکن ابھارے دائیں ہاتھ میں موجود موبائل سکرین پر نظریں جمائے ہوا تھا۔جب جوی اپنے اور اس کے بیچ موجود چند قدم کا فاصلہ ختم کرتے ہوئے اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

جوی نے دونوں ہاتھوں کو ہتھیلیوں کو آپس میں ملایا اور الفاظ کو ذہن میں ترتیب دیا۔تھوک نگلا اور نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔اس کے کلون کی مدھم سی مہک اتنی سی دوری پر دل کہ دنیا اتھل پتھل کئے ہوئی تھی۔

الفاظ نہیں ہیں میرے پاس کیسے شکریہ ادا کروں آپکا

بہت ہلکی سی بازگشت تھی جس نے کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا۔

مت کریں

روکھا سا مختصر جواب۔وہ موبائل کو دیکھنے میں محو تھا۔ایکدم عجیب سی ندامت ہوئی۔وہ بدتمیز تو شروع سے تھا۔جوی آنکھیں جھکے اس بدتمیز کو دیکھ رہی تھی۔

میرا مطلب ہے شکریہ مت ادا کریں بس میرے لیے وہ کریں جو میں کہوں گا

سپاٹ لہجے میں بنا تمہید باندھے اپنا مقصد بتایا۔پھر نگاہ اٹھائی۔

اُف۔۔۔گھائل کر دینے والی ہیزل آنکھیں۔جوی نے فوراً پلکیں گرا دیں۔

کیا کرنا ہو گا مجھے؟

یہ ادب صرف اس کے احسانوں کے مرہون منت نہیں تھا۔سامنے

کھڑی لڑکی کے لیے وہ کچھ اور ہی اہمیت رکھتا تھا۔اسے جب بھی یہ محسوس ہوتا تو عجیب سی چڑ ہونے لگتی۔

فلحال تو پورے اعتماد کے ساتھ میڈیا پر انٹرویو دینا ہے آپکو

گہری سانس لیتے ہوئے ذہن سے جوی کی سوچ کو جھٹکا۔وہ اب پھر سے پلکیں اٹھائے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔سیاہ آنکھوں کی پتلیوں میں بے پناہ احترام کے ساتھ ایک سمندر موجزن تھا۔جو دران سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا فوراً نگاہیں چرائیں چہرے پر سختی عود آئی۔

کیسا انٹرویو دینا ہوگا مجھے؟

وہ سوال کر رہی تھی۔میٹھی سی آواز جس کی پھوار اس کے اعصابوں پر برسنے لگتی تھی۔کیا تھی وہ اور کیوں تھی۔لیکن اسے نہیں چاہیے تھی وہ زبردستی گھس رہی تھی اس کی زندگی میں۔۔۔اس کی بہت ہی پرسنل زندگی میں۔۔۔۔جہاں آج تک وہ کسی کو مقام دینے کا تصور بھی نہیں کرتا تھا وہاں وہ ایک سانحے کے طور پر آ رہی تھی۔

بتاؤں گا۔

تیزی سے وہ اس کے پاس سے گزرتا ہوا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔جوی اب بند دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ چلا گیا تھا لیکن اس کی خوشبو یہیں ہوا میں اب تلک گھلی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

دوپہر کے ایک بجے سورج پوری تمازت سے چمکتا ہوا کراچی کو نہ صرف روشن کئے ہوئے تھا بلکہ اپنی حدت سے ہر چیز گرم کئے ہوئے تھا۔ملک ہاؤس میں جہاں چڑیا لان میں لگے درخت کے تنوں پر دبکی بیٹھی اپنی آنکھیں موندے دھیرے دھیرے سانس لی رہی تھیں وہیں گھر کے مکین اپنے کمروں کو ٹھنڈا کئے اس میں دبکے ہوئے تھے۔

وقت پر لگا کر گزر چکا تھا۔ملک ہاؤس کی دیواروں کا رنگ و روغن تین سال پرانا ہو چکا تھا جو فائقہ کہ نسبت پر چمچم کر رہا تھا۔

سورج کی آڑی ترچھی کرنیں ملک ہاؤس کے اس لاؤنج سے ملحقہ کچن کی جالی دار کھڑکی سے چھن چھن کر وہاں شیلف کے قریب کھڑی

دوشیزہ کی پشت سے ٹکرا رہی تھیں۔گاجری کھلتے ہوئے رنگ کے جوڑے میں دمکتی رنگت لیے سبرینا ہتھیلی کی پشت سے بار بار ماتھے پر آئے پسینے کے قطرے پونچھتے ہوئے کھانے کو بڑے سے ٹفن میں ڈال رہی تھی۔

رنگ و روپ تو سونیا اور روبی سے بھی بڑھ کر نکلا تھا اور اب سولہ کی ہوئی تو بلا کا غضب ڈھانے لگی۔جہاں جوبن میں نکھار آیا وہاں جذبات کا سمندر بھی رُخ بدلنے لگا۔وہ چند سال پہلے والی سبرینا کہاں رہی تھی جو دران کو راہب کی طرح فقط اپنا بڑا بھائی سمجھتی تھی۔

دستگیر بیگم سمیت بہت سے گھروالوں کی باتیں کانوں میں پڑتے پڑتے اس کو اس احساس نے جکڑ لیا کہ اس کی شادی دران سے ہو گی اور جس سے شادی ہو وہ بھائی تو نہیں ہوتا۔دران سے اپنائیت تو شروع سے ہی تھی۔اب وہ اپنائیت پسندیدگی اور محبت جیسے جذبے میں ڈھل گئی۔

ڈھلتی بھی کیوں نہ وہ دران ملک تھا۔لمبا قد کاٹھ اور جمال میں تو کوئی پورے خاندان میں اس کا ثانی نہیں تھا۔سنجیدہ مزاج،کم گو،مضبوط اور

ذہین۔وہ تو ناچاہتے ہوئے بھی کسی بھی لڑکی کے دل کو اسیر کر سکتا تھا تو وہ تو پھر سولہ سالہ جوانی کی سیڑھی پر پہلا قدم دھرتی لڑکی تھی۔

چاچو کا کھانا تیار ہے تو دے دو

دران نے کچن کے دروازے پر ہاتھ دھرے عقب سے آواز لگائی۔وہ چونکی اور پھر مسکرا کر پلٹی۔سفید ٹی شرٹ نیلی جینز میں ملبوس وہ شائد ابھی ہسپتال سے گھر آیا تھا۔

جی تیار ہے بس ٹفن میں رکھ رہی تھی

تیزی سے ٹفن کے اوپری ڈھکن کو گھمایا۔یاور ملک کے ہارٹ اٹیک نے گھر بھر کو ایک دفعہ تو ہلا کر رکھ دیا تھا۔اب بھی وہ ہسپتال میں داخل تھے جہاں ان کی مکمل دیکھ بھال کی ذمہ داری دران پر تھی۔

انیس سالہ دران گھر اور ہسپتال میں گھن چکر بن گیا تھا۔یاور سے محبت اتنی تھی کہ اس سارے وقت میں اس کے ماتھے پر ایک شکن نہیں آتا تھا۔اپنی پڑھائی کو پس پشت ڈالے وہ دن رات یاور کی خدمت میں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گزارتا تھا۔اب بھی وہ دوپہر کا کھانا لینے گھر آیا تھا۔اسفند کی کرم نوازی تھی کہ کار آجکل اسے دے رکھی تھی ورنہ تو اس تپتی گرمی میں ہسپتال سے گھر کے چکر بہت کٹھن ہو جاتے۔

سبرینا ٹفن مکمل بند کرنے کے بعد پشت پر ہاتھ باندھے پیچھے ہوئی تو وہ کار کی چابی کو بائیں ہاتھ میں منتقل کرتا ہوا آگے بڑھا۔چہرے پر تھکاوٹ تھی۔بال بکھرے سے اور کپڑوں کا حال بھی ملگجا سا تھا۔

مجھے بھی ہسپتال جانا ہے؟

دران نے ٹفن کو کچن کی شیلف پر سے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا جب سبرینا نے آہستگی سے ہسپتال جانے کی خواہش ظاہر کی۔دران نے جھکی نگاہیں اوپر اٹھائیں۔

چلو

سنجیدگی سے کہا اور فوراً پلٹا۔سبرینا جلدی سے کمر کے گرد باندھے دوپٹے کو کھولتی اس کے پیچھے چل پڑی جانتی تھی وہ اس کا انتظار نہیں کرے گا

اگر وہ تاخیر کرے گی تو وہ چلا جائے گا اسی لیے جس حلیے میں بھی تھی فوراً دوپٹہ کندھوں پر درست کرتی چل پڑی۔گاڑی گیٹ سے باہر گلی میں ہی کھڑی تھی۔وہ ٹفن پیچھلی نشت پر رکھ رہا تھا جب سبرینا تیزی سے فرنٹ ڈور کھول کر ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان ہوئی۔

وہ اب ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رہا تھا۔دران پر اچٹتی سی نگاہ ڈالے وہ دھیمے سے مسکائی۔دران کے چہرے پر بڑھتی سختی سے بے نیاز وہ بار بار اسے چور نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔اس کے ساتھ یوں گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا اس کے دل کو گدگدا رہا تھا تو دران کی کیفیت کیسی ہو گی آخر کو وہ بھی تو جانتا ہے کہ مستقبل میں ہم کس رشتے میں بندھنے والے ہیں۔شرما کر نگاہیں جھکا لیں۔دل بار بار بات کرنے پر اکسانے لگا۔

وہ خاموشی اور سنجیدگی کا پیکر بنا انہماک سے ڈرئیونگ کر رہا تھا۔سورج کی گرمی کے باعث ماتھے پر بار بار بل ڈالے شیشے سے باہر سڑک پر دوڑتی ٹریفک کو گھورتا وہ اس کی بڑھتی دھڑکنوں سے بے نیاز تھا۔

دران وہ۔۔۔

گود میں دھرے اپنے ہاتھوں پر نگاہیں جمائے جھجکتی سی آواز میں سبرینا نے بات شروع کی جب دران کے سپاٹ لہجے پر چونکی۔

دران۔ن۔ن بھائی۔ی۔ی۔۔۔

انتہا کا سخت لہجہ تھا۔وہ جبڑے بھینچے سٹیرنگ پر گرفت کو بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔سبرینا کے بدلتے تیور اس سے مخفی نہیں تھے۔برداشت تو بچپن سے کرنا سیکھ چکا تھا اور اب سبرینا کو بھی تین سال سے برداشت ہی کر رہا تھا۔

دران بھائی بولتی تھی تم مجھے۔یہ دران میں کب سے ہو گیا؟

پیشانی کی تیوری اور چہرے کی سختی سبرینا کا دل بیٹھ گیا۔چہرے پر ایک دم سے سایہ لہرا گیا۔نگاہیں اب اس کے بازوؤں پر موجود بالوں پر ٹکائیں۔

جب سے دادی نے رشتہ طے کیا ہمارا۔

گھٹی سی آواز میں جواب دیا۔دران نے غصے سے لال ہوتا چہرہ اس کی طرف موڑا۔

سبی رشتہ ہمارا وہی ہے جو ہم دونوں نے بنایا تھا۔میں تمہیں آج بھی اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح سمجھتا ہوں۔

سمجھتے ہو۔ہوں تو نہیں برجستہ جواب تھا۔

وہ آج دران سے دو ٹوک بات کے بعد اس کے دل کا حال جان لینا چاہتی تھی۔اتنے سالوں سے وہ اس کو دیکھ کر دل بہلانے والا کھیل اکیلے ہی کھیل رہی تھی۔آج اس کے خیالات بھی تو پتہ چلیں۔

سبی پلیز تم ایٹ لیسٹ میرے ساتھ ایسا مت کرنا

دران نے ناگواری سے ایک ہاتھ کھڑا کئے کہا سٹرینگ اب ایک ہاتھ کے قابو میں تھا۔لہجہ بلا کی بیزاریت اور درشتی کا غمازی تھا۔

دران میں کل بھی تم سے محبت کرتی تھی اور آج بھی کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی

بکواس بند کرو اپنی۔تمھاری کل کی محبت میں اور آج کہ محبت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔وہ محبت بہت احترام اور سچائی رکھتی تھی۔اب تمھارے ذہن میں یہ محبت زبردستی کی ڈالی گئی ہے۔

وہ غصے سے دھاڑتا ہوا اب سٹیرنگ کو موڑ رہا تھا۔گاڑی کے ٹائر موڑ کاٹتے ہوئے بری طرح چرچرا اٹھے۔سبرینا کو اس سے اتنے غصے میں آ جانے کی توقع ہر گز نہیں تھی۔

چاہے جیسے بھی ڈالی گئی ہو مگر اب ہو گئی ہے بولو میں کیا کروں؟تمہیں کیا میں اچھی نہیں لگتی؟

گردن کو گدی سے تھوڑا پیچھے کئے سوال پر سوال کیا۔بلا کا اعتماد تھا اس کو اپنی خوبصورتی پر۔دل کی دھڑکن دران کا جواب سننے کو تھم گئی تھیں۔

نہیں۔۔۔

کٹھور پن کی انتہا کو چھوتا لہجہ تھا ایک سکینڈ کی توقف بھی نہیں تھی اس

کے جواب میں کہ وہ یہ سوچتی اس نے کچھ سوچ کر جواب دیا ہے۔

مجھے وہ سبرینا اچھی لگتی تھی جو مجھے بھائی کہتی تھی نہ کہ یہ سبرینا جو اب میرے لیے اور ہی خیالات بننے لگی ہے۔

دران اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کئے ہوئے تھا۔جبڑے اتنی سختی سے پیوست تھے کہ اس کی کنپٹی کی ابھرتی رگیں سبرینا کی نگاہوں سے اوجھل نہیں تھیں۔

کل اگر ہماری شادی ہو جاتی ہے تو؟

ہماری شادی نہیں ہو گی۔نہ کل نہ پرسوں کبھی بھی نہیں

گاڑی ایک جھٹکے سے ہسپتال کی پارکنگ میں رکی۔سبرینا جو سیٹ پر تھوڑا سا آگے کھسک کر بیٹھی تھی جھٹکا کھا کر سیٹ کی پشت سے ٹکرائی۔

وہ اب گاڑی کی چابی نکال رہا تھا۔وہ بات اپنی طرف سے ختم کر چکا تھا۔اپنی طرف کے دروازے کے ہتھے پر ہاتھ رکھے ایک سکینڈ کو رکا۔

اترو۔۔اور آج کے بعد اس ٹاپک پر ہماری کوئی بات نہیں ہو گی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ باہر نکل چکا تھا۔سبرینا نے اترے چہرے اور بیٹھتے دل سے ایک نگاہ اس پر ڈالی پھر نظریں جھکا کر دروازے کے ہتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

ٹفن کو پچھلی نشست سے نکال کر وہ قدم آگے بڑھا چکا تھا۔ایک اور رشتہ اس سے چھین لیا گیا تھا۔وہ اچھے سے جانتا تھا سبرینا کے ذہن میں اس سے محبت اور شادی کا سارا خناس بھرنے والیں کوئی اور نہیں سونیا اور روبی تھیں۔اس کے چپ رہنے کو سب لوگ اس کی ہاں کیوں سمجھنے لگے تھے۔

ٹفن کے ہینڈل پر ہاتھ کی رگیں ابھرنے لگیں۔وہ اب سبرینا کے ساتھ لفٹ میں کھڑا تھا۔جانتا تھا وہ آنسو پی رہی ہے لیکن پہلی دفعہ وہ اس کے آنسو صاف کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

آنکھوں پر نرم بالوں والا سنہری برش بڑی مہارت سے ہلکے ہلکے سٹروک لگا رہا تھا۔جوی آنکھیں موندے چہرے کو تھوڑا سا اوپر اٹھائے ہوئے تھی اور اس پر جھکی لڑکی بڑی مہارت سے اس کے سنگھار میں

مصروف تھی۔ہلکے نارنجی اور پیچ رنگ کے امتزاج کی میکسی کا گلا اور بازو نیٹ کے تھے جن پر انگنت چمکتے ہلکے شربتی رنگ کے نگینے جڑے تھے جو اپنی چمک سے آنکھوں کو خیرہ کر دینے کی حد تک دلکش لگ رہے تھے۔کندھوں تک آتے گھنگرالے بال سیدھے ہونے پر کمر کو چھونے لگے تھے۔بالوں کے سیدھا ہونے پر ان کی چمک میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔لمبی گھنی پلکوں کو مسکارے نے اور اٹھان دے دی تھی۔

گندمی رنگت پیچ اور نارنجی رنگ کے ملاپ والی اس میکسی میں کھل رہی تھی اور میکسی کی رنگت ہی گالوں پر جھلک رہی تھی۔ہوٹل کے اس دیدہ زیب کمرے میں وہ سنگھار میز کے سامنے اس کھوئی ہوئی شہزادی کی طرح براجمان تھی جسے جنگلوں سے تلاش کرنے کے بعد اب لا کر اس کا ہار سنگھار کیا جا رہا ہو۔

بھاری خم زدہ پلکیں اٹھائے اس نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔کسی نے سچ کہا تھا کوئی بدصورت اور کم شکل نہیں ہوتا بس غریب ہوتا ہے۔

چینی لڑکی اس پر جھکی مختلف سنگھار برش کو کب سے اس کے چہرے

کے مختلف خدوخال پر دھیرے دھیرے چلا رہی تھی۔

وہ مڑی اور پھر پلٹ کر اپنے بیگ سے کچھ نکالنے کے بعد اب اس کے ہونٹوں پر باریک برش سے ہلکے پیچ اور نارنجی رنگ کے ملاپ کی لپ سٹک کے سٹروک لگا رہی تھی۔چہرہ پر میکسی کے گلے پر لگے نگینوں کا عکس اور لبوں پر لگی چمکتی مالائم لپسٹک اس کے سنگھار کو دوبالا کر رہی تھی۔دروازے پر ہلکی سی دستک کی آواز پر جوی کے ساتھ اس لڑکی کی نگاہ بھی کمرے کے دروازے کی طرف اٹھی۔

آ سکتے ہیں

لڑکی نے اونچی آواز میں باہر موجود نفس کو اندر آنے کی اجازت دی۔دروازہ کھلا اور انل دروازے کے ہتھے پر ہاتھ رکھے آدھا اندر داخل ہوا۔گہرے گرے رنگ کے کوٹ پینٹ میں وہ معمول کے مطابق چاک و چوبند تھا۔

میم ریڈی نہیں ہوئیں کیا میڈیا والے ویٹ کر رہے ہیں؟

سوال کرتے ہوئے انل نے سرسری نگاہ جوی پر ڈالی اور دروازے کے ہتھے پر ہاتھ کی گرفت بے ساختہ ڈھیلی پڑ گئی۔

بس چند منٹ اور درکار ہیں سر۔جیولری پہنانی ہے میم کو

لڑکی نے شائستگی سے سنگھار میز پر پڑے نفیس سے نیکلس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔انل اس کی طرف متوجہ کہاں تھا وہ تو ششدر سامنے بیٹھی جوی کو دیکھ رہا تھا۔

سر بس چند منٹ مجھے فائنل ٹچ دینا ہے میم کو

لڑکی نے انل کے کھڑے رہنے پر تھوڑا سا آگے بڑھ کر پھر سے گزارش کی۔وہ سٹپٹا کر نگاہوں کا زاویہ بدلے اب لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔

سر بس چند منٹ

ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں۔

انل نے زبردستی مسکرا کر ٹائی کی ناٹ کو بلاوجہ درست کیا اور احتیاط

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے کمرے کا دروازہ بند کرتا الٹے قدموں پیچھے ہوا۔واپس مڑا اور بالکل سامنے والے دروازے کو کھولتا ہوا اندر داخل ہوا۔

نگاہ سامنے دران پر پڑی۔سیاہ شرٹ اور سیاہ ہی پینٹ کوٹ میں ملبوس کوٹ کا سامنے کا ایک بٹن لگائے وہ سر جھکائے اب کف لنک لگا رہا تھا۔بالوں کو اپنی طرف سے تو بڑے سلیقے سے ایک طرف کنگھی کیا تھا لیکن وہ پھر بھی ہلکے سے بکھر کر پیشانی پر آنے کی گستاخی کئے ہوئے تھے۔

ہاں بولو جوی ریڈی ہے

کف لنک لگاتے ہوئے سر جھکائے مگن سے انداز میں انل سے پوچھا۔

تم سے پوچھ رہا ہوں۔ریڈی ہے کیا وہ

انل کے جواب نہ دینے پر دران نے نہ صرف پھر سے سوال کیا بلکہ چہرہ اوپر اٹھائے اس کی طرف سوالیہ دیکھا۔

شی از۔ز۔ز یونیق بیوٹی۔ی۔ی۔ی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیرت زدہ لہجہ تھا۔دران بے ساختہ پورا منہ کھول کر ہنس دیا۔

اچھا تو پھر تو اصل والا پرپوز کر دے نہ اس کو۔میں نے تو فیک پرپوز کیا ہے

ہنسی کو مسکراہٹ میں بدلتے ہوئے شرارت سے کہا۔

شٹ اپ یار میں اس بات پر نہیں کہہ رہا ہوں۔وہ تین دن سے ایسے سادہ سے حلیے میں تھی۔آج بہت اچھی لگ رہی ہے۔میرا مطلب۔۔بہت ڈفرنٹ

انل نے خجالت سے سر ہوا میں مارتے ہوئے اپنی بے ساختہ کر دینے والی تعریف کی وضاحت دی۔

پر میں سنجیدہ ہوں۔وہ واقعی اچھی لڑکی ہے۔نو ڈاؤٹ خوبصورت ہے۔تمہیں سوچنا چاہیے۔

دران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے جوتے اپنے قریب کیئے۔لہجہ واقعی حد درجہ سنجیدہ تھا اور کچھ دیر پہلے والی شریر مسکراہٹ اب غائب تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایسی نظر سے اچھی لگنے کی بات نہیں کی میں نے اور جس دن تم سوچنے لگو گے اپنی شادی کے بارے میں بھی سوچ لوں گا۔

دران نے ہنستے ہوئے نگاہ اوپر اٹھائی سیاہ بند جوتے اب پاؤں میں تھے۔

میرے پیچھے اپنی جوانی کیوں برباد کر رہے ہو؟مجھے ابھی بہت سے سوالوں کے جواب تلاش کرنے ہیں۔شادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا متوازن لہجے میں جواب دیا

مدھم سی مسکراہٹ سجائے کھڑا ہوا۔کوٹ کے شکن درست کرتے ہوئے چند قدم آگے بڑھا۔جھکنے سے بال مزید بکھر گئے تھے۔

جس دن تو شادی کرے گا اس سے اگلے دن ہی میں بھی علان کر دوں گا

انل نے وثوق سے اپنا ارادہ بتایا۔دران کا خفیف قہقہ پھر سے بلند ہوا۔وہ اب کلائی پر گھڑی باندھ رہا تھا۔ایک وہی تو تھا جس کی باتوں پر وہ ہنسنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

تو میں تو کرنے جا رہا ہوں نہ

ہنسی دباتے ہوئے ایک شریر نگاہ انل پر ڈالی

یہ فیک شادی ہے جس دن اصل والی کرو گے میں بھی کر لوں گا

انل نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

مطلب تو نہیں سدھرے گا میرے سر پر ایسے ہی مسلط رہے گا۔

پینٹ کی دونوں اطراف کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کہا۔انل نے لب بھینچے اور سر اثبات میں ہلایا اور دران کے بڑھتے قدموں کے ساتھ دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔انل کے دروازہ کھولتے ہی وہ جو محو سا آگے بڑھ رہا تھا ٹھٹک کر رکا۔

وہ سامنے کھڑی تھی۔کسی بت تراش کا حسین شہکار بنی مجسم،حسین پیکر یا پھر دلکشی کا منفرد سا سماں بھی کہہ سکتے ہیں۔

انل کی بات ذہن میں گونجی اور تصدیق کی مہر فوراً لگائی۔واقعی وہ بہت منفرد اور دلکش لگ رہی تھی۔

انل نے شرارت سے مسکراہٹ دبا کر دران کی طرف دیکھا۔دران نے ایک سکینڈ کے بارہویں حصے میں اپنی اس خالص مردانہ کیفیت سے خلاصی پاتے ہوئے جوی کی طرف اٹھی نگاہوں کو متوازن کیا۔

مس جوی اس ہونق بنے چہرے کے ساتھ کام نہیں چلے گا۔مسکرائیں پلیز۔ز۔ز

دران کا سپاٹ لہجہ کچھ دیر پہلے اس کے سنگھار پر اڈ آنے والی حیرت سے بلکل برعکس تھا۔جوی نے گڑبڑا کر پلکیں جھپکائیں۔چہرہ اوپر اٹھایا۔

سامنے کھڑے شخص کے سامنے آتے ہی اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے دیتی تھی۔وہ ایسی تو نہ تھی جیسی اس کے سامنے بن جاتی تھی۔دن رات محنت کر کے پورے گھر کی ذمہ داری اٹھانے والی مضبوط اعصاب کی لڑکی اس چٹان جیسے شخص کے سامنے چھوئی موئی ہو جاتی تھی۔لبوں کے قریب چہرے کے پٹھے زبردستی کھینچ کر وہ اس کے حکم پر آہستگی سے مسکرائی۔

ہلکے پیچ رنگ سے مزین ہونٹ مسکرائے تو وہ جو تیوری چڑھائے بڑے

رعب سے اسے حکم صادر کئے کھڑا تھا ایک دم سے ماتھے کے شکن ڈھیلے پڑ گئے۔آنکھوں کی چمک سے میل کھاتی کتنی ملائم اور میٹھی مسکان تھی جس نے اس کے چہرے کے نقش نقش کو ابھار دیا۔کچھ لوگوں کی مسکراہٹ کتنی دلکش ہوتی ہے کہ ان کی مسکراہٹ اس کی طرح صرف لبوں کا گھیراؤ نہیں کرتی بلکہ چہرے کے ہر خدوخال سے جھلکتی تھی۔وہ جب مسکراتا تو صرف لب مسکراتے تھے آنکھیں ان کا ساتھ کبھی نہیں دیتی تھیں لیکن سامنے کھڑی لڑکی کی مسکراہٹ کتنی جاندار تھی۔وہ مسکرائی تو یوں لگا اس کی آنکھیں بھی مسکرا اٹھیں اس کے وجود کا پور پور مسکرا اٹھا۔

اب ٹھیک ہے

وہ آہستگی سے کہتے ہوئے تصدیق چاہ رہی تھی۔دران نے خجل ہو کر نگاہوں کا زاویہ بدلہ۔

ہوں۔۔۔

بے رخی سے ہنکارہ بھرا پھر تیزی سے انل کی طرف پلٹا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چلو پھر تم آ گے

سر کو ہلکا سا خم دیا۔انل تیزی سے سر ہلاتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھا۔ان لوگوں کو نیچے جانا تھا جہاں ہوٹل کے ہال میں انگنت صحافی ان کا انتظار کر رہے تھے۔

لفٹ سے اتر کر ہال کے بڑے سے سیاہ رنگ دروازے کے سامنے وہ چند منٹ کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔دران انل کو کچھ ہدایت دے کر پلٹا اور ایکدم سے جوی اور اپنے بیچ کا فاصلہ ختم کرتے ہوئے پاس آکر اس کی کمر کے گرد اپنا بازو حائل کر دیا۔

وہ جو یوں سب کے سامنے جانے پر اعتماد کھو رہی تھی۔دران کی اس جسارت پر سب بھول کر سمٹ گئی۔کمر اس کے مضبوط بازو کے حصار میں تھی۔اس کے وجود سے اٹھتی مسحور کن خوشبو ریڑھ کی ہڈی میں میٹھی سی سنسناہٹ کا باعث بن رہی تھی۔

بے اختیار دران کی قربت سے بھاری ہوتی نگاہیں اس کے چہرے کی

طرف اٹھائیں۔وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس دلکش نقوش اور گہری ڈوب جانے والی آنکھوں والا اس کو پاگل کئے خود بے نیازی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔انل نے ہاتھ بڑھا کر ہال کا دروازہ کھولا۔ہال کا دروازہ کھلتے ہی وہ سیدھے سرخ قالین والے سٹیج پر تھے۔یہ ایک اوڈٹوریم جیسا ہال تھا جہاں سٹیج کے سامنے لگی نشستوں پر انگنت صحافی بیٹھے تھے جو اب ہڑبڑا کر نشتوں سے اٹھ کر اپنے کیمرے آن کر رہے تھے اور مائک سنبھال رہے تھے۔دران یونہی متوازن قدم اٹھاتا اس کی کمر کے گرد بازو حائل کئے سٹیج پر آگے بڑھ رہا تھا۔آدھے گھنٹے پہلے اس نے یوں میڈیا بیان کا کہا تھا پھر بھی انگنت صحافی اکٹھے ہو گئے تھے۔یہ کانفرنس اس نے مکمل سکیورٹی کے اندر منعقد کروائی تھی۔

چھپاک چھپاک کی آواز سے کیمروں کی فلیش لائٹیں ان کی ہر جنبش کو قید کر رہی تھیں۔آہستہ آہستہ دران کے ہمقدم ریشمی لچکدار پاؤں تک آتے گاؤن نما فراک کو سنبھالتی وہ اس کے ہمراہ سٹیج پر لگی نشستوں کے قریب آ گئی تھی۔مبارک باد کی آوازیں بے ہنگم سا شور جوی ستائیشی

نگاہوں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

وہ کیا تھا اسے کل رات پتا چلا تھا جب دران نے اسے سب سمجھایا تھا وہ یہ سب کس لیے کر رہا ہے۔وہ کوئی عام انسان نہیں تھا بلکہ ہالی وڈ جیسی بڑی فلم انڈسٹری کا مایا ناز سپر سٹار تھا۔

دران اب ہاتھ کے اشارے سے جوی کو سٹیج پر لگی نشست پر بیٹھنے کے لیے کہہ رہا تھا خود وہ برابر میں لگی نشست پر بیٹھ چکا تھا۔تیسری نشست پر دران کے ساتھ انل بیٹھ گیا تھا۔نشستوں کے سامنے لگے میز پر انگنت مائک لگے تھے۔

وہ اب کتنے ہی کیمروں کی زد میں تھے۔جوی مدھم سی مسکراہٹ کو دران کی تاکید پر بمشکل چہرے پر برقرار رکھے ہوئے تھی جبکہ دل ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

درانگ اب سامنے موجود صحافیوں میں سے کسی ایک کو سوال کرنے کا اشارہ کر رہا تھا۔وہ سب اپنے اپنے سوال کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔

www.neweramagazine.com

درانگ سر یہ تو بوم بلاسٹ کر دیا آپ نے۔مطلب اچانک سے مدحواں کو حیران کر دیا۔فین حیرت زدہ ہیں اس سب کو لیے کر آپ کیا کہیں گے اس بارے میں؟

صحافی بتیسی نکالے انگریزی زبان میں سوال کر رہا تھا۔دران نے سنجیدگی سے بھنویں اٹھائیں۔ہاتھ اٹھائے آہستگی سے پیشانی سہلائی

یہ بوم بلاسٹ میں یوں پبلکلی بالکل نہیں کرنا چاہتا تھا۔کیونکہ میں اپنی ذاتی زندگی کو اس چکا چوند سے الگ رکھنے کا قائل ہوں لیکن کچھ حالات ایسے ہوئے کہ مجھے جوی کو یوں پرپوز کرنا پڑا اور ویڈیو پبلک کرنی پڑی۔

ٹھہرے سے لہجے میں چہرے پر بلا کی سنجیدگی سجائے جواب دیا۔پھر اگلے صحافی کی طرف اشارہ کیا۔صحافی نے فوراً ہاتھ نیچے کیا اور پرجوش انداز میں مائک میں بولا۔

سر مداح اور پوری انڈسٹری یہ جاننے کے لیے بے چین ہے کہ جوی میم سے آپ کب،کہاں اور کیسے ملے تھے؟پیار کب ہوا آپکو؟آپ نے ویڈیو کے کیپشن میں لکھا کہ سات سال پہلے۔کیا وہ سچ ہے؟

دران جو اس کے بولنے پر دھیرے دھیرے سر ہلا رہا تھا سوال ختم ہونے پر ایک سکینڈ کا توقف لیا۔

جیسے کہ میں پہلے سوال کے جواب میں کہہ چکا ہوں میں اپنے ذاتی معاملات کو اس سب سے الگ رکھنے کا قائل ہوں تو۔۔۔جوی سے میں کب۔۔۔کہاں اور کیسے ملا تھا یہ سب میری زنگی کے بہت قمیتی لمحات ہیں جن کو میں کسی سے بانٹنا نہیں چاہتا

ہنوز رعب اور سنجیدگی سے دو ٹوک جواب دیا اور تیوری چڑھائے کوٹ کے بٹن کو کھولا۔ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی اور اگلے صحافی کی طرف اشارہ کیا۔

درانگ سر جوی پاکستانی ہیں تو یہاں کیسے ملیں آپکو کیا یہ اچانک ملاقات تھی یا پھر آپ نے مل کر کیا سب؟

بالکل اچانک تھی۔دراصل جوی یہاں اپنی شادی کے بعد آئی تھی لیکن قسمت ہمیں ملانا چاہتی تھی۔ان کی اپنے شوہر سے نا بننے پر ڈائیورس ہو چکی تھی اور اب پاکستان واپسی تھی۔بس اچانک میں ملا اور پھر روک لیا

بھرپور اعتماد سے وہ جھوٹی کہانی سنا رہا تھا مسکرا کر جوی کی طرف دیکھا جو اثبات میں سر ہلا کر شرما گئی۔وہ حیران تھی صحافی تقریباً اسی طرز کے سوالات کر رہے تھے جن کی لسٹ وہ کل رات اسے دے رہا تھا۔

سر آپ نے کچھ دیر پہلے کہا کہ جوی میم کو پبلکلی پرپوز کرنا آپ کی مجبوری بن گیا تھا۔کیا ہم جان سکتے ہیں ایسی کیا مجبوری تھی؟

دران جو لبوں پر تین انگلیاں دھر کر آنکھیں چندھی کئے بیٹھا تھا۔آہستگی سے انگلیاں لبوں پر سے اٹھائیں۔

میں نے سات سال بعد اس کے یوں اچانک ملنے پر یہ ریلائز کیا کہ اب چپ رہ کر اسے نہیں کھونا ہے۔وہ اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر چکی تھی اور میرے پاس اسے پرپوز کرنے کا اس سے اچھا موقع نہیں تھا۔لیکن میں اسے یوں پرپوز نہیں کرتا اگر میرے چند شرارتی کولیگ اس کی اور میری ویڈیو خفیہ بنا کر لیک نہ کرتے۔اس ویڈیو کو دیکھ کر میں نے سوچا کہ اب لوگوں کے سامنے سچائی رکھ دینی چاہیے کہ یہ لڑکی کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔

دران نے مسکرا کر کہا اور ساتھ بیٹھی جوی کے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے اس کی اور اپنی انگلیوں کو آپس میں پھنسایا۔اب وہ جوی کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔

درانگ اگر کسی لڑکی کو گلے لگا رہا ہے تو صرف اسے جسے وہ اپنی زندگی کا اہم حصہ بنانے جا رہا ہے۔

کمال کی اداکاری تھی۔لمحہ بھر کو تو جوی کا دل دھڑکنا بھول گیا۔وہ محبت سے اس کی آنکھوں میں نہ صرف جھانک رہا تھا بلکہ اس کے ہاتھ پر بھی گرفت کو مضبوط کر رہا تھا۔

تو شادی کب کر رہے ہیں سر؟

دران نے گہری سانس لی لب بھینچے چہرہ دوسری طرف موڑا۔

بہت جلد

بڑے وثوق سے جواب دیا۔کچھ تھا جو دران کے ہاتھ سے ہوتا ہوا اس کے دل میں سرائیت کر رہا تھا۔

سر میرا سوال میم سے ہے۔جوی میم آپ کو اتنے سالوں کے بعد یوں درانگ سر کا مل جانا کیسا لگا۔کچھ شئیر کریں گی ہمارے ساتھ

صحافی کے سوال پر وہ ہلکا سا لرزی مگر دران کے ہاتھ پر بڑھتے دباؤ نے اعتماد دیا۔گلے سے نیچے سینے میں جیسے ایک پھانس سی اٹکی۔پھر وہ مسکرائی اور آہستگی سے لب کھولے۔

بے یقنی۔۔۔میں ابھی تک اسی کیفیت میں ہوں۔بے یقینی ہے کہ ہم اتنے سالوں بعد یوں ملے۔

سریلی سی آواز نے جیسے جلترنگ بجائے تھے۔دران نے ہاتھ کو دبا کر احساس دلایا کہ ٹھیک بول گئ ہو۔

جوی میم آپکے سابقہ شوہر۔۔۔

صحافی نے ہاتھ کھڑا کیئے سوال کی شروعات کی

پلیز نو مور پرسنل کویسچن

دران کے سپاٹ لہجے نے اس کی بات کاٹ دی۔ٹانگ سے ٹانگ اتاری

اور سامنے میز پر لگے مائک میں سے ایک مائک کو اتار کر ہاتھ میں لیا۔

مجھے چائنہ حکام سے اپنے اور جوی کے لیے سکیورٹی چاہیے کیونکہ اس کا سابقہ شوہر خفیہ طور پر ہمیں مسلسل تھرٹ کر رہا ہے۔

دران نے بڑی سنجیدگی سے پیشانی پر بل ڈالے اگلی کہانی گھڑی۔

یہ پریس کانفرنس یہاں چائنہ میں رکھنے کا اصل مقصد بھی یہی تھا۔جوی اس سے ہر طرح کا تعلق ختم کر چکی ہے اور ایسا وہ مجھ سے ملنے سے قبل کر چکی تھی لیکن پھر بھی اس کا شوہر اسے دھمکا رہا ہے۔میری اپیل ہے کہ ہمیں چائنہ میں مکمل سکیورٹی دی جائے اور بحفاظت امریکہ پہنچایا جائے

دران نے اپنی بات مکمل کی اور مائک کو میز پر رکھے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔صحافی ایک ساتھ بول اٹھے تھے۔دران نے ہاتھ ہوا میں اٹھایا۔

نو مور کویسچن پلیز

جوی کا ہاتھ تھام کر اسے نشست سے اٹھایا اور صحافیوں کو بولتا ہوا چھوڑ

کر سٹیج کے دروازے سے ہوتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔باہر نکلتے ہی اس نے جوی کے ہاتھ کو ایسے چھوڑا جیسے وہ فلم کے سین فلمانے کے بعد اداکارہ کو چھوڑتا تھا۔

وہ اب پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے انل سے اگلے لائحہ عمل کے بارے میں سنجیدگی سے گفتگو کر رہا تھا جبکہ جوی یونہی دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ صرف اداکاری کر رہا ہے جوی۔خود کو سنبھال۔وہ کہاں ہے اور تو کہاں۔دل بیٹھ رہا تھا۔جوی نے گہری سانس لی۔

انل نے اب اسے چلنے کا اشارہ کیا جب کہ وہ محترم جو کچھ دیر پہلے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھے اب بے نیازی سے سگریٹ کے کش لگا رہے تھے۔جوی نے انل کے پیچھے قدم بڑھا دیے جو لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔

انہیں اسی وقت ہوٹل کو چھوڑنا تھا جس کی مکمل تیاری وہ پہلے ہی کر چکے تھے بس جوی کو لباس تبدیل کرنا تھا۔

تیز بارش اور بادلوں کی گرج چمک کے ساتھ کراچی پل بھر میں جل تھل ہو گیا تھا۔مغرب کے بعد کے پھیلتے اندھیرے میں رکشہ سست روی سے مین سڑک سے ہوتا ہوا تنگ گلیوں میں جا رہا تھا۔رکشے کی ہیڈ لائٹس سے سامنے سڑک پر کھڑے پانی پر روشنی پڑ رہی تھی۔

رکشے کی دونوں طرف کی بند کھڑکیوں کے باوجود تیز بارش کے تھپیڑے دونوں اطراف سے رکشے میں بارش داخل کرنے کا موجب بن رہے تھے۔جوی سمٹ کر رکشے کی سیٹ کے درمیان میں بیٹھی تھی۔وہ اپنی آخری ٹیوشن پڑھانے کے بعد گھر واپس آ رہی تھی۔رکشہ ہمیشہ کی طرح ان کی تنگ گلی کے سامنے آ کر رکا تھا۔یہاں سے اسے پیدل اپنے گھر تک جانا تھا۔

گھر کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے وہ مکمل بھیگ چکی تھی۔بار بار چہرے پر سے پانی صاف کرتی بمشکل سامنے کے منظر کودیکھ پا رہی تھی۔تنگ سی گلی مکمل طور پر پانی سے بھر رہی تھی۔

بمشکل وہ گھر کے دروازے پر پہنچی۔دروازہ بجانے کو ہاتھ اٹھایا بجلی چمکی تو روشنی کھلے دروازے سے صحن تک کو روشن کر گئی۔دل عجیب طرز میں دھڑکا بھلا صحن کا دروازہ کیوں کھلا ہے آج؟

تیز تیز قدموں سے گھر کے اندر داخل ہوئی گھپ اندھیرے میں ڈوبا گھر اور ٹوٹی پھوٹی اینٹوں والے فرش کے صحن سے آگے موجود کمرے میں جلتی موم بتی کی ملگجی سی روشنی ظاہر ہوئی۔جیسے جیسے صحن سے آگے بنے چھوٹے سے برآمدے تک پہنچی کمرے سے ابھرتی رونے کی آوازوں نے رونگٹے کھڑے کر دیے۔

اوہ خدا رحم ناجانے کیوں ذہن میں پہلا خیال جان کا آیا تھا۔خیال آتے ہی وہ تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھی۔جان کی طبیعت کچھ دن سے بہت زیادہ ناساز رہنے لگی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی جیسے دل دہل گیا۔سامنے کا منظر تھا ہی کچھ ایسا۔جان چارپائی پر بے حال لیٹا چھت کی طرف ساکن نگاہیں اٹھائے ہوا تھا۔مریم کرسی پر نڈھال بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔سنانا ان کے کندھے

کے پاس کھڑی ان سے کچھ کہہ رہی تھی۔وہ سب کو نظر انداز کرتی برق رفتاری سے جان کی چارپائی تک پہنچی ایسا لگ رہا تھا دماغ میں طوفان کی جھکڑ چل رہے ہیں۔

ابا!!!!!!

جیسے ہی جان پر جھکی ان کے وجود کی جنبش سے جیسے جان میں جان آئی۔وہ ٹھیک تھے لیکن افسردگی سے آنکھوں کی پتلیاں چھت پر جمائے ہوئے تھے۔حیرت سے وہ کمرے میں موجود باقی نفوس کی طرف پلٹی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا ہوا۔۔۔؟

جوی نے ناسمجھی میں باری باری سب کے چہروں پر نگاہ دوڑاتے ہوئے سوال کیا۔غالباً سوال اس وقت موجود تمام نفوس سے ہی تھا۔

اماں کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہیں؟

چند قدم آگے بڑھتے ہوئے مریم کی طرف تشویش سے دیکھتے ہوئے استفار کیا۔مریم تو جیسے اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔اس کی سسکیاں اور

بین پورے کمرے میں گونج رہا تھا۔

سنانا کوئی بتائے گا مجھے پاگل ہوں جو اکیلے اکیلے بندے سے پوچھے جا رہی ہوں

جوی نے جھنجلا کر روتی سنانا کو اپنی طرف موڑا۔اس کی آنکھیں اور پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

جووت کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے روندھایا لہجہ تھا۔

کیوں۔۔۔۔کیسے؟

سنانا کے جواب پر اس کی آنکھیں پوری کھل گئ تھیں۔پیشانی پر تجسس کی جگہ اب پریشانی کی لکیریں تھیں۔

چوری کی ہے دوستوں کے ساتھ مل کر۔

سنانا کی آواز بمشکل حلق سے برآمد ہو رہی تھی۔جوی اپنی جگہ ساکن رہ گئی۔خبر ہی ایسی تھی۔اچھا تو یہ وجہ تھی وہ آجکل رات گئے تک گھر سے باہر رہنے لگا تھا۔وہ گھر کی ذمہ داریاں سنبھالنے میں اتنی مگن تھی کہ

کبھی اس کی خبر گیری لی ہی نہیں۔پتہ نہیں کب وہ بری صحبت کا شکار ہوا اور آج۔خاموشی کچھ لمحے یونہی نکل گئی۔

اماں پریشان نہ ہوں میں کچھ کرتی ہوں

آمنہ کا خیال آتے ہی جیسے امید کی کرن نظر آئی اس کا بھائی پولیس میں ایک اچھے عہدے پر فائز تھا۔

کیا کرو گی معاملہ اتنا آسان نہیں ہے جو تم کچھ کر سکو گی؟

وہ گھوم کر اب موبائل کے سگنل پورے کر رہی تھی جب سنانا کی عقب سے آتی آواز پر اس کے نمبر ملاتے ہاتھ وہیں تھم گئے۔

کہ۔۔کیا مطلب؟

وجود ایک دم گھوم گیا۔پیشانی پر تیوری چڑھائے سوال کیا۔سنانا نے لمحہ بھر کو نگاہیں چرائیں۔

دوستوں کے ساتھ مل کر جس گھر میں چوری کی ہے ان کا بیٹا گولی لگنے سے مر گیا ہے

سنانا نے گھٹی سی آواز میں جیسے دھما کیا تھا۔ہاتھ میں پکڑا موبائل ایک لمحے کو کانپ گیا۔

کہ۔۔کیا۔۔۔کہہ رہی ہو؟

کانپتی آواز میں بے یقینی تھی اور خوف تھا۔

ہاں صیح کہہ رہی ہوں ایسا ہی ہے

سنانا کے جواب پر دل بیٹھ گیا۔بیٹھے دل اور کانپتے ہاتھوں سے وہ پھر بھی آمنہ کا نمبر ملا چکی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

دیکھا یہ سب کیا سے کیا ہو گیا۔

ہاروی نے ہاتھ میں پکڑا ٹی وی ریموٹ پوری قوت سے دیوار میں مارا۔پاس بیٹھے بروس نے ریموٹ کے دھماکے کے سنگ آنکھیں زور سے بند کیں۔

ریموٹ دو ٹکڑے ہو کر اب زمین بوس تھا۔ٹی وی سکرین پر بار بار

دران کی پریس کانفرنس کے کچھ مناظر دکھائے جا رہے تھے۔ٹی وی سکرین کے سامنے لگے صوفوں پر ہاروی اور بروس حیرت کدہ بیٹھے تھے۔شیشے کے میز پر سجے گلاسوں کے پیندوں میں اب بھی مے موجود تھی۔ہاروی کے غصے نے بروس کے چہرے پر خفت کے آثار بڑھا دیے۔ایک جھٹکے سے اس نے سامنے پڑے گلاس کو اٹھایا اور گلاس میں موجود مے زہر کی طرح حلق میں انڈیلی۔

مجھے کیا پتا تھا یہ سب ہو گا

ندامت بھرا لہجہ تھا وہ لب بھینچے ہوئے تھا نگاہیں سامنے ٹی وی سکرین پر ہی جمی تھیں۔

فلم کی شوٹنگ کے چین میں ہونے والے تمام مناظر تو مکمل ہو چکے تھے لیکن اب باقی شوٹنگ امریکہ میں تھی۔

لیکن مجھے پتا تھا یہ سب ہو گا۔درانگ بہت ذہین اور چالاک ہے۔یہ تمہیں میں بار بار کہتا رہا ہوں۔تم نے میری ایک بات نہیں سنی اب بھگتنا سب کو پڑے گا۔

مانتا ہوں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔شیون کے معاملے الگ پھنسے ہیں لیکن اب سمجھ یہ نہیں آ رہا کہ یہ لڑکی کیا واقعی اسے جانتی تھی پہلے یا درانگ نے اب یہ ساری کہانی گھڑی ہے۔

پروس نے ٹھوڑی سہلاتے ہوئے آنکھیں چندھی کیں۔

جانتی تھی یا نہیں جانتی تھی پر یہ لڑکی تمہیں ضرور پہنچاتی ہے کہ تم نے اسے درانگ کے پاس بھیجا تھا

ہاروی نے دانت پیسے۔

بات کرو شیون سے وہ کسی صورت ان کو یہاں سے نکلنے نہ دے۔کیا کر رہا ہے وہ؟کہاں ہے اس کی پاور درانگ دندناتا پھر رہا ہے۔

شیون کچھ نہیں کر سکتا پولیس بہت الرٹ ہے آجکل اور ہر جگہ چھاپے مار رہی ہے۔وہ انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے

ہاروی کا لہجہ تلخ تھا۔

تو پھر اب کیا

اب یہ کہ وہ نکل جائے گا امریکہ کے لیے۔دیکھا نہیں کیسے سکیورٹی مانگ لی ہے اس نے

ہاتھ کا اشارہ پھر سے سکرین کی طرف کیا جہاں دران مائک تھامے ہوئے کچھ بول رہا تھا۔

ہاروی ایک جھٹکے سے صوفے پر سے اٹھا اور کمر پر ہاتھ دھرے پریشان لہجے میں بتایا۔

اب ہمیں درانگ کو یہ شو کروانا ہے کہ ہم اس سارے معاملے سے انجان ہیں۔بالکل نارمل انداز میں اسے کال کرو اور کہو کہ فلم کی شوٹنگ کے لیے کب سے آ رہا ہے

ہاروی نے گہری سانس لیتے ہوئے بروس کو اپنے اگلے لائحہ عمل کے بارے میں ہدایت دی۔بروس نے کچھ بولنے کے لیے ہاتھ اٹھائے لب کھولے۔

چپ۔۔۔اب کچھ بھی تمھارے مشورے پر نہیں ہو گا۔سب میرے

مشورے پر ہو گا۔جو میں کہوں گا تم وہی کرو گے زیادہ ہوشیاری مت دیکھانا

ہاروی کے گھورنے پر وہ لب بھینچے سر ہلا گیا۔گہری سانس لی اور بوتل کو اٹھائے آب آتشیں پھر سے گلاس میں انڈیل دیا۔

چڑھتی شام کی شربتی ٹھنڈی شعاعیں بریلوی ہلز کی خوبصورتی کو دوبالا کیے ہوئی تھیں۔مضافات میں سبز گھاس میں لپٹے چھوٹے بڑے پہاڑ اور کانچ جیسے خوبصورت گھر وہ گاڑی کی کھڑکی کے شیشے سے پار متواتر باہر کے نظاروں کو دیکھ رہی تھی۔

سفید ڈھیلی سی شرٹ کے نیچے ہلکے مسٹرڈ رنگ کی پیروں کو چھوتی سکرٹ زیب کیے،بال جو ابھی تک سیدھے تھے کندھوں سے نیچے دائیں بائیں بازؤوں کو چوم رہے تھے۔گندمی زرد ہوتے گالوں والا چہرہ ہر طرح کے میک اپ سے عاری تھا۔سیاہ آنکھوں کی سفید پتلیاں شفاف تھیں اور پتلیوں کے مرکز میں گزرتے ہر منظر کا عکس ابھر رہا

تھا۔امریکہ کی ٹھنڈک گرم کار میں بھی اس کے ناک کو ہلکا سا گلال کئے ہوئے تھی۔دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اوپر دھرے وہ اس وقت گاڑی کی پچھلی نشت پر دران کے برابر میں بیٹھی تھی۔

دران مہندی رنگ لیدر جیکٹ کے نیچے گول گلے والی گرے شرٹ پہنے ہلکے سے بکھرے بالوں سمیت سر جھکائے موبائل سکرین پر کچھ دیکھنے میں مصروف تھا۔ایک ہاتھ میں موبائل تھام رکھا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ دھیرے سے لبوں کے نیچے ٹھوڑی کو پرسوچ انداز میں سہلا رہا تھا۔

وہ لوگ چائنہ سے بحفاظت امریکہ پہنچ گئے تھے لیکن اب یہاں اس کو درانگ ولاس کی سکیورٹی جوی کے مطابق سیٹ کرنی تھی۔سیاہ رنگ کی لینڈ کروزر اب سست روی سے درانگ ولاس کے گیٹ کے اندر داخل ہو رہی تھی۔انل اب ان کے ساتھ نہیں تھا۔وہ فلائٹ سے اترتا ہی اپنے فلیٹ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔

جوی کی آنکھیں پوری اوپر اٹھیں تھیں۔جن میں اب درانگ ولاس کا عکس چمک رہا تھا۔یہ گھر نہیں خوابوں کا محل تھا جو اس وقت اسے اپنی

NEW ERA MAGAZINE .com Novels|Afsane|Articles|Books|Poetry|Interviews

خوبصورتی کے سحر میں جکڑ رہا تھا۔گاڑی پورچ میں کھڑی ہو چکی تھی۔

گارڈز گاڑی کے دونوں اطراف کے دروازے کھول رہے تھے۔اس کی طرف کا دروازہ کھولے گارڈ اس کے نکلنے کا منتظر تھا جبکہ وہ متحوش بیٹھی تھی۔اس کے یوں منجمد ہو جانے میں حیرت۔۔۔جھجک۔۔۔بے یقینی سب شامل تھا۔

جوی باہر کیوں نہیں نکل رہی آپ؟

دران نے ہلکا سا جھک کر گاڑی میں جھانکا۔وہ بھنویں اوپر اٹھائے حیرت سے پوچھ رہا تھا۔جوی خفت سے سٹپٹائی پھر آہستگی سے گاڑی کے دروازہ کا سہارا لیتے ہوئے باہر نکلی۔

ویلکم ہوم سر

کتنے ہی ملازمین ایک مخصوص وردی میں ملبوس ہاتھ باندھے ایک قطار میں کھڑے تھے اور دران کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے ویلکم کر رہے تھے۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دران کے پیچھے چل رہی

تھی۔سر حد درجہ جھکائے عجیب سے احساس سے دوچار تھی۔

پورچ سے آگے مین دروازے میں داخل ہوتے ہی رہداری میں دائیں اور بائیں لگی پینٹنگز کو نگاہ اٹھائے دیکھتی وہ دران کے پیچھے اب لاؤنج میں داخل ہو چکی تھی۔

ویلکم ہوم

ملک اسفند کی آواز تھی۔دران نے چونک کر موبائل پر سے نگاہ اٹھائی۔لاؤنج میں اسفند ملک صوفے کے پاس کھڑے تھے جبکہ روبی آنکھوں کی پتلیوں کو سکوڑے دران کے پیچھے کھڑی جوی کو دیکھ رہی تھی۔

اسفند ملک آگے ہو کر بڑے پرجوش انداز میں دران سے بغل گیر ہوئے۔

کیسے ہیں آپ؟

ان کی گرم جوشی کے بلکل برعکس پھیکا سا لہجہ تھا۔بے تاثر چہرہ۔اسفند

ملک اسے کندھوں سے تھامے ہوئے پیچھے ہوئے۔

میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسے ہو؟

کن اکھیوں سے جوی کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔لہجہ اب بھی خوشگوار تھا۔دران کی مسلسل توجہ موبائل کی طرف مبذول تھی۔

ویلکم ہوم سر

روزین پیشہ ورانہ مسکراہٹ سجائے لاؤنج میں داخل ہوئی۔دران نے روزین کے آتے ہی موبائل پر سے توجہ ختم کی۔سر اوپر اٹھایا۔موبائل کو جیب میں رکھتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ جوی کی طرف کیا۔

میم کو ان کے کمرے میں لے جائیں۔

بڑے متوازن لہجے میں حکم صادر کیا۔وہ بنا جوی کی طرف دیکھے تیز تیز قدم اپنے کمرے کی طرف بڑھا چکا تھا۔

میم کم

روزین نے محبت بھری مسکان کے ساتھ میٹھے لہجے میں اسے اپنے سنگ

چلنے کا کہا جو دران کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔روزین کے پکارنے پر وہ ہلکا سا چونکی اور پھر اس کی تقلید میں قدم آگے بڑھائے۔

رکو لڑکی

روبی کی تیکھی آواز میں تلخی کا عنصر واضح محسوس کیا جاسکتا تھا۔جوی کے بڑھتے قدم تھمے ساتھ ہی روبی کی طرف نگاہ اٹھی۔وہ صوفے کے دونوں بازؤں پر وزن ڈالتے ہوئے بڑے انداز میں اٹھی تھی۔

ہلکے گلابی رنگ کے ڈھیلے سے گھٹنے تک آتے کرتے کے نیچے وہ جینز پہنے ہوئی تھی۔میک اپ سے اٹا مغرور چہرہ ہلکے سنہری رنگ زدہ بال دودھ جیسی چمکتی رنگت وہ جدید طرز کے ہر فیشن سے لیس خوبصورت عورت تھی۔

کیا نام ہے تمھارا؟

تیکھی سی نگاہوں سے گھورتی وہ جوی کا مکمل جائزہ لینے میں مصروف تھی۔انداز میں حقارت جیسا احساس بھی تھا۔

جوی

آہستگی سے جواب دیا۔ملک اسفند ہنوز وہیں کھڑے تھے ہاں پوری توجہ

اب جوی اور روبی کی طرف تھی۔

یہ کیسا نام ہوا عجیب سا خیر تم سے بہت میچ کرتا ہے۔پاکستان سے ہو؟

خرانٹ لہجہ اور چہرے کا کھچاؤ اس کی نفرت کا غماز تھا۔اس کی چبھتی

نگاہیں جوی باخوبی محسوس کر رہی تھی۔

کراچی

گھٹی سی آواز میں مختصر جواب دیا۔روزین جو ہاتھ باندھے کھڑی تھی چور

سی نگاہیں اٹھائے روبی کے انداز کو جانچ رہی تھی۔اردو سمجھنے سے تو

قاصر تھی ہاں البتہ اتنا ضرور سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ جوی کو پریشان کر

رہی ہے۔

ہوں۔۔۔

جوی کے جواب پر روبی کا پرسوچ ہنکارا ابھرا۔

میم سوری ٹو سے۔۔۔دران سر نے ان کو روم میں لے جانے کا کہا ہے اس کے بعد مجھے ڈنر سرو کروانا ہے۔کائنڈلی آپ لنچ پر بات چیت کر لیجیے گا

روزین جوی کی ہچکچاہٹ اور روبی کی تلخی باخوبی سمجھ چکی تھی۔بڑے تحمل مزاج انداز میں اس نے روبی سے اس کی جان چھڑوائی۔روبی بدمزہ سی صورت کے ساتھ لب بھینچے سر ہلا کر رہ گئی۔

میم چلیے پلیز۔اوپر ہے آپکا کمرہ

روزین نے مسکراتے ہوئے اسے چلنے کا کہا۔روبی کی چبھتی نگاہوں سے گڑبڑاتے ہوئے اس نے جلدی سے روزین کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

لاؤنج کے وسط سے چڑھتے زینے کے پاس لگی لفٹ کے پاس جا کر روزین رکی اور پھر مسکراتے ہوئے مڑی۔

میم چلیے

شیشے کی دیوراوں والی لفٹ کا دروازہ کھل چکا تھا۔اس کے اندر داخل

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہونے کے بعد روزین نے لفٹ میں قدم رکھے اور لفٹ نرم روی سے اوپر چڑھنے لگی۔ایک سکینڈ سے بھی کم وقت میں لفٹ رکی تھی اور دروازہ نرماہٹ سے دوبارہ کھل گیا۔

شیشے کی طرح چمچماتا سفید فرش اور لاؤنج سے آگے چھوٹی سی راہداری میں کمروں کے گہرے بھورے رنگ کے دروازے تھے۔روبی اب ایک دروازے کے آگے رک کر اس کے ہتھے پر ہاتھ رکھے اس کے وہاں تک پہنچنے کی منتظر تھی۔

جوی کے پہنچتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے دروازے کو کھولا۔سفید اور ہلکے میرون رنگ کے امتزاج لیے کمرہ رنیویشن کرنے والے کے اعلی ذوق کی عکاسی کر رہا تھا۔

میم سر کے کہنے کے مطابق کمرے میں آپکی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔اگر پھر بھی آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو آپ روم انٹرکام یوز کر سکتی ہیں یہ میرے آفس سے ملحقہ ہے۔

روزین ہاتھ باندھے بڑے مؤدب لہجے میں اسے تمام معلومات دے رہی

تھی۔جوی نے آہستگی سے مسکراتے ہوئے سر کو اثبات میں جنبش دینے پر اکتفا کیا۔

میم کچھ دیر میں ڈنر ریڈی ہو جائے گا آپ فریش ہو جائے

روزین مڑتے ہوئے رک کر اسے پھر سے لنچ کے بارے میں آگاہ کرنے کے بعد اب بیرونی دروازے کی طرف قدم بڑھا چکی تھی۔جوی نے تحیر زدہ آنکھوں کو کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک دوڑایا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سفید چادر میرون کشن والا وسیع گداز بیڈ ایک دیوار میں نصب شیشے کی کھڑکی اور دوسری دیوار میں شائذ سلائیڈنگ ڈور بالکنی کا تھا۔بے اختیار قدم بالکنی کی طرف بڑھے تھے۔

شیشے کے بنے سلائیڈنگ دروازے پر ہاتھ رکھے نرماہٹ سے اس نے دروازے کو بائیں طرف سرکایا۔یخ بستہ ہوا کے جھونکے نے ایسا خیر مقدم کیا کہ کندھوں سے آگے بال پیچھے کے رُخ اڑنے لگے۔

بالکنی دلکش کمرے کا حسین حصہ ثابت ہوئی تھی اور سامنے کا نظارہ دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

ارے پگلی پل بھر کو یہ سوچ کہ یہ ہمارے چھوٹے سے فلیٹ کی گندی سی بالکنی نہیں ہے،یہ تو ایک بہت ہی بڑے بنگلے کا حسین ٹیرس ہے،ایک طرف جھولا لٹک رہا ہے اور ایک طرف میز پر مشروب سجے ہیں ماربل کا کانچ جیسا سفید فرش ہے اور سامنے یہ گندا سا میدان نہیں ایک سمندر ہے اور نیچے یہ میلی کچلی پان کی دوکانیں نہیں بلکہ سوئمنگ پول ہے

اپنے ہی کہے ہوئے الفاظ ذہن میں گونج رہے تھے اور وہ ساکن اس حسین منظر کو تاک رہی تھی جو اس کے خواب کی حقیقت تھا۔

اچانک نیچے موجود سوئمنگ پول سے آتی چھپاک کی آواز پر چونک کر نگاہ جھکائی۔دران نیلے شفاف پانی میں تیراکی کر رہا تھا۔

اف اتنی ٹھنڈ میں۔۔۔۔حیرت سے منہ کھل گیا۔

سوئمنگ پول کے نیلے شفاف تالاب کے کونوں سے ٹھنڈی بھاپ اڑاتے پانی میں وہ بڑی مہارت سے تیراکی کرنے میں مصروف تھا۔

پول کے قریب وردی میں ملبوس ملازم ہاتھ میں سفید رنگ کا ٹاول گاؤن تھامے سر جھکائے کھڑا تھا۔پول کے پاس سفید رنگ کے بنچ لگے تھے۔وہ یونہی ٹکٹکی باندھے اسے شفاف پانی میں الٹا تیرتے ہوئے دیکھ رہی تھی جب وہ بازؤ پانی میں چپو کی طرح چلاتا اچانک سیدھا ہوا۔

دران کی نظر یک لخت ٹیرس کی ریلنگ تھامے کھڑی جوی پر پڑی ایک سکینڈ کے بارہویں حصے میں وہ سٹپٹا کر پیچھے ہوئی۔

اف۔۔۔اف۔۔۔اس نے دیکھ لیا کیا دل تیزی سے ہچکولے کھانے لگا۔خفت کے مارے تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے میں آئی اور سلائیڈنگ دروازہ سرکا کر فوراً بند کیا۔کمرے کی حدت نے جسم کو راحت بخشی۔

میں کیوں یہی محسوس کر رہی ہوں کہ میں اس کے احسان تلے دبی ہوں۔وہ بھی تو مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کر ہی رہا ہے۔ذہن دل کی خفت کو کم کر رہا تھا۔

چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی کمرے سے ملحقہ ڈریسنگ روم تک آئی جہاں واش روم کے دروازے کے سامنے پوری دیوار میں سفید چمکتے دروازے والی الماری نصب تھی۔آہستگی سے الماری کہ دروازہ سرکایا تو آنکھیں اور قدم ایک ساتھ تھم گئے۔یہ الماری نہیں الماری نما پورا کمرہ تھا۔کمرے میں ایک قطار میں لگے ہینگنگ سٹینڈ پر انگنت بیش قیمت جوڑے لٹک رہے تھے۔جوتے کے رینکس میں چند جوتے بڑے سلیقے سے رکھے گئے تھے۔لمحہ بھر کے لیے ایسا لگا وہ کسی دوکان میں کھڑی ہے۔اچانک ذہن میں وہ لمحہ کوند گیا جب دران نے چین میں شاپنگ کے دوران اس کے جوتے اور کپڑے کا سائز پوچھ کر کسی کو بتایا تھا۔

یونہی سراسیمگی کی حالت میں قدم اٹھاتی کپڑوں کے ہینگنگ سٹینڈز کے قریب آئی قیمتی جدید طرز کی پینٹ شرٹس،جیکٹس،سکرٹس،گرم کوٹ جن کے گریبان پر لگے ٹیگ تک نہیں اتارے گئے تھے۔وہ ہاتھوں کی مدد سے ان کو ایک طرف سرکاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

کپڑوں کے ہینگر کے سرکنے کی آواز کے ساتھ کسی فون رنگ ٹون

جیسی آواز تھی جو کمرے سے ابھری تو وہ چونکی۔ڈریسنگ روم سے باہر آئی تو بیڈ کے اطراف میں لگے میز پر پڑا انٹرکام بج رہا تھا۔

ہلکی سی جھجک کے ساتھ ریسیور اٹھا کر کان کو لگایا۔

ہیلو میم آپ ریڈی ہیں۔دران سر نے کہا ہے ڈنر آپکو آپکے کمرے میں پیش کر دیا جائے۔

روزین کی آواز فون بوتھ سے ابھری۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں فریش ہونے کے بعد آپکو بتاتی ہوں۔

ٹھیک ہے میں انتظار کر رہی ہوں

انٹرکام کا ریسور رکھنے کے بعد تذبذب کی حالت میں وہ دوبارہ ڈریسنگ روم میں موجود تھی پھر لانگ گرے رنگ کی ٹی شرٹ اور سیاہ پینٹ کا انتخاب کرنے کے بعد واش روم کی طرف قدم بڑھا دیے۔

تیز بارش بجلی کی گرج چمک پورے کراچی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے

تھی۔آنسو برساتے آسمان والی یہ گہری شام ملک ہاؤس پر غم کا پہاڑ توڑے ہوئے تھی۔لاؤنج سے اُٹھتی چیخ و پکار دل دہلا دینے والی تھی۔ایک ساتھ کتنے ہی دل تھے جو پھٹنے کی حد کو پہنچے آہ بکا کر رہے تھے۔بین کر رہے تھے۔تڑپ رہے تھے۔

لاؤنج کے وسط میں یاور کفن میں لپٹا ان سب کی چیخ و پکار سے بے بہرہ۔۔۔پرسکون۔۔۔پرنور۔۔۔۔سفید۔۔۔چہرے کے ساتھ آنکھیں موندے لیٹا تھا۔

سونیا اور دکھ سے نڈھال ہوتی سبرینا پلنگ کی پائینتی تھامیں دھاڑیں مار رہیں تھیں۔دستگیر بیگم نڈھال تھیں ان کا سکتہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔وہ یک ٹک زرد۔۔۔ساکن۔۔۔جھری دار آنکھیں غیر مرئی نقطے پر جمائے بیٹھی تھیں۔طلعت اور عصمت کے اونچے اونچے بین دیواروں سے ٹکرا کر دم توڑ رہے تھے۔

ان سب میں وہ موجود نہیں تھا جو یاور کی آخری چلتی سانسوں کے وقت تک اس کے ساتھ تھا۔غم میں چور ملک ہاؤس میں کسی کو کیا خبر وہ تو

دور لائینز ایریا کے سامنے موجود پارک میں بنچ پر سر جھکائے بے آواز آنسو بہا رہا ہے۔وہ زندگی میں پہلی مرتبہ رو رہا تھا۔آنکھوں سے نکلتا نمکین سیال تیز بارش میں ایک پل کے لیے بھی چہرے پر نہیں ٹھہر رہا تھا۔

تیز بارش کے تھپیڑے متواتر اس پر برس رہے تھے مگر ذہن میں یاور ملک کی کہی ہوئی آخری باتوں کے جھکڑ چل رہے تھے۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے یہاں بیٹھا ذہن میں وہ آخری منظر ہزراوں بار دہرا چکا تھا۔

وہ اس لمحے کو تھام لینا چاہتا تھا۔اسے پلٹ دینا چاہتا تھا۔کتنا بے بس تھا وہ اس وقت کچھ۔۔۔کچھ بھی نہیں کر سکا اور اس کا ہر دل عزیز باپ جیسا چچا اس کے ہاتھوں میں جان دے گیا۔

سفید چادر میں لپٹے بستر مرگ پر لیٹے یاور ملک نے کانپتے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔انگنت نالیوں میں جکڑا ناتواں چہرہ۔آنکھوں کے گرد گہرے حلقے۔وہ تو ایک مہینے میں برسوں کے بیمار لگ رہا تھا۔دل کے ایک جھٹکے نے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔انیس سالہ دران اس کے بیڈ کے

قریب کھڑا محبت سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

دران۔ن۔ن۔۔ہ۔ہ۔۔۔مجھے۔۔۔لگ رہا ہے میں۔۔۔اب زیادہ دیر۔۔۔۔نہیں ہوں یہاں۔میرا۔۔۔۔وقت بہت قریب ہے

نقاہت سے کہتے ہوئے وہ نگاہیں دران کے چہرے پر ٹکائے ہوئے تھا۔آنکھوں کی پتلیوں میں چمک نہیں تھی۔

چاچو ایسی باتیں مت کریں۔کچھ نہیں ہو گا آپکو۔

دران کی بات پر یاور کے پژمردہ چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیلی۔پیلاہٹ زدہ گال جو اب ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے تھے مسکراہٹ کے سبب اوپر کو اٹھے۔

آہ۔۔۔یہ مسکراہٹ۔۔۔ایک مہینے پہلے تک یہ جاندار مسکراہٹ اس کے سرخ چہرے کے پیچھے کھینچتی تھی تو خوبصورت چمکتی آنکھیں اور چمکنے لگتی تھیں۔

دران میں جاتے ہوئے۔۔۔۔تمہیں۔۔۔۔ایک سچ بتانا چاہتا ہوں۔ایک

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایسا سچ۔۔۔جو تمہاری زندگی سے جڑا ہے۔اگر میں نے تمہیں یا نہ بتایا تو بہت زیادتی کر جاؤں گا۔۔۔۔تمھارے ساتھ۔۔۔شازیہ باجی کے ساتھ۔۔۔۔

وہ ایک پل کے لیے نگاہیں جھکا گیا۔دران اس کے ہاتھ کی کپکپاہٹ اپنے ہاتھ پر باخوبی محسوس کر رہا تھا۔بولنے کے باعث اس کی سانس اکھڑنے لگی تھیں۔

چاچو بعد میں بتا دیجیے گا۔ابھی مت بولیں ڈاکٹر نے منع کیا ہے زیادہ بولنے سے

دران نے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے محبت سے منع کیا۔جبکہ ذہن ان کی کسی انہونی سوچ پر ٹھٹک گیا تھا۔وہ کوئی بہت ہی گہرا راز بتانے جا رہے تھے۔ایسا راز جو اس کی کایا پلٹ کرنے والا تھا۔

نہ۔۔نہیں۔۔۔میرے پاس وقت بہت کم ہے اور یہ بات بتانا بہت ضروری ہے۔تم۔۔۔دران تم نوین بھائی کے۔۔۔بیٹے نہیں ہو۔

وہ نظریں چرا کر کانپتے لہجے میں اس پر یہ حیران کن انکشاف کر گئے جس کے لیے وہ ذہن کو تیار کر ہی رہا تھا۔دران نے حیرت سے بھنویں اکٹھی کیں۔چہرے پر ایک سایہ لہرا گیا۔ایسا انکشاف۔۔۔

تمھاری۔۔۔ماں ایک امریکن یہودی عورت تھی۔لیکن وہ نوین بھائی کی بیوی نہیں تھی۔مطلب۔۔۔۔تم۔م۔م نوین بھائی کے بیٹے نہیں ہو۔۔۔تمھارا باپ کوئی اور ہے۔

یاور نے نگاہیں اٹھائیں جن میں شرمندگی کی گہری چھاپ تھی۔سانس کے اکھڑنے میں اضافہ ہو چکا تھا مگر دران اب متحوش کھڑا تھا۔

پھر میں کس کا بیٹا ہوں؟

حیرت میں ڈوبی دور کنویں سے آتی آواز۔وہ ہنوز بھنویں سکیڑے حیرت زدہ کھڑا تھا۔

پتا نہیں۔ں۔ں۔۔۔۔۔لیکن۔ن۔ن۔اتنا پتا ہے۔۔۔۔کہ تم نوین بھائی کے بیٹے نہیں ہو۔تمہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں صرف نوین بھائی

کا۔۔۔۔۔۔۔بیٹا بنا کر لایا گیا ہے۔

یاور ملک نے نگاہوں کا زاویہ پھر سے بدلا۔سانس کا اکھڑنا اب ہلکی سی کھانسی میں بدلنے لگا۔

تم۔۔۔تمھارا۔۔۔۔اصل باپ۔۔۔۔۔۔کون

ہے۔۔۔۔۔۔یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صرف اسفی بھائی جانتے

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے یہ حقیقت بہت دیر سے پتا چلی اور اس سے پہلے

کہ۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔میں کچھ کرتا یا۔۔۔ان کا گریبان

پکڑتا۔ا۔ا۔۔زندگی نے۔۔۔۔۔۔میری معیاد کم کر دی۔۔۔۔

کھانسی کے باعث یاور کی آواز اکھڑنے لگی تھی۔ہلکی ہلکی کھانسی اب شدت اختیار کرنے لگی۔پتلیوں میں پانی چمکنے لگا۔دران تو ایسے کھڑا تھا مانو کاٹو تو لہو نہیں۔

دیکھو۔۔۔اسفی بھائی۔ی۔ی۔ی۔۔۔نہ۔۔۔۔۔صرف میرے بڑے بھائی

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بلکہ میرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔باپ جیسے

ہیں۔نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔نہ۔۔۔نہیں جانتا انہوں۔۔۔۔نے۔۔۔۔۔یہ گناہ کیوں

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا۔لی۔لیکن۔۔۔تمہیں سچ۔چ۔۔۔۔بتانا میرا فرض تھا۔

کھانسی اب بہت زیادہ تیز ہو چکی تھی۔ہر لفظ کے بعد بے تحاشہ کھانستے ہوئے یاور نے بمشکل جملہ مکمل کیا۔

۔چا۔۔۔چاچو میں۔۔۔میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں

دران نے حواس باختہ ان سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور دروازے کی طرف تقریباً بھاگا تھا۔

بارش کے تھپڑ اس کی پیٹھ پر اور گالوں پر لگاتار پڑ رہے تھے۔یاور کی موت اس سے محبت کرنے والے ایک رشتے کے ساتھ دوسرے رشتے کو بھی نگل گئی۔آج تک وہ یاور کے بعد اسفند ملک کو دل میں ایک مقام دیتا تھا۔یاور نے جاتے جاتے اسفند ملک کے اس مقام کو بھی ختم کر دیا تھا۔

وہ ملک خاندان کا خون نہیں تھا۔وہ نوین ملک کا بیٹا نہیں تھا۔پھر وہ کون تھا۔اسفند ملک اسے صرف دولت حاصل کرنے کے لیے لائے تھے۔آخر

کیوں؟۔۔۔یاور چاچو کو یہ بات کب اور کیسے پتا چلی؟

وہ آج ایک انسان سے ایک مہرہ بن گیا تھا۔جسے اس کی ماں نے شائذ بیچ دیا تھا اور اسفند ملک جیسے سفاک انسان نے اسے خرید کر ایک مہرے کے طور پر استعمال کیا تھا۔کل تک وہ ملک ہاؤس میں قدم رکھتے ہوئے یہ محسوس کرتا تھا کہ اس کا بھی کچھ حق ہے اس گھر پر لیکن آج پتا چلا اس کا کوئی حق نہیں ہے۔وہ تو کٹھ پتلی تھا۔جس کی ڈور اسفند ملک کے ہاتھوں میں تھی۔وہ نچا رہا تھا اور وہ ناچ رہا تھا۔دھڑام سے کوئی آسمان سے زمین پر آ گرا تھا۔

جہازی سائز کمرے میں دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک ٹک کمرے میں موجود گہرے سکوت کو توڑ رہی تھی۔وہ صبح آٹھ بجے سے کمرے میں یوں بے مقصد بیٹھی تھی اور اب شام کے چار بج رہے تھے۔

ناشتہ اور دوپہر کا کھانا روزین اسے کمرے میں ہی دے گئ تھی۔اس کے پوچھنے پر روزین نے بتایا تھا کہ سب سو رہے ہیں۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا دران نے بھیانک پنجرے سے لا کر اس حسین پنجرے میں قید کر دیا ہے۔ٹی وی دیکھنے کا شوق اسے تھا نہیں۔بالکنی سے کمرے اور کمرے سے بالکنی اب تک وہ ہزاروں چکر لگا چکی تھی۔

بیڈ کے کنارے پر ٹانگیں لٹکائے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی تھی جب دروازے پر ہونے والی دستک نے گھٹنوں پر محیط خاموشی کو توڑا۔نگاہ دروازے پر اٹھی ہی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔

روبی نک سک سے تیار ڈریس کوٹ پینٹ میں ملبوس دروازے کے ہتھے کو تھامے کھڑی تھی۔

جاری ہے۔۔۔۔

نوٹ : میرا بی پی کچھ دن سے بہت مسئلہ کر رہا ہے۔آج بھی شام کو لکھنا شروع کیا اس کا پارٹ ٹو کل دوں گی ان شا اللہ دعا میں یاد رکھیں۔

جوی احتراماً اپنی جگہ سے اُٹھی۔سامنے کھڑی خوبصورت عورت کی

آنکھوں میں خود کے لیے موجود بے پناہ نفرت اس سے مخفی نہیں تھی۔وہ دران کی کیا لگتی تھی وہ نہیں جانتی تھی لیکن اس کا حلیہ بتا رہا تھا وہ اس گھر کا اہم فرد ہے۔قیمیتی لباس چمکتے سنہری بال ریشم کے دھاگوں کی طرح کندھوں کو چھو رہے تھے۔آنکھوں کے گرد اور گردن پر ہلکی سے جھریاں میک اپ سے بھی نہیں چھپ سکی تھیں۔چبھتی نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی وہ اب اس کے سامنے کھڑی تھی۔

دران کو کب سے اور کیسے جانتی ہو؟

تیکھے سے لہجے میں جانچتی نگاہیں اس پر گاڑے وہ سوال کر رہی تھی۔جوی اس کے لب و لہجے اور خود کو جانچتی نگاہوں سے گڑبڑا گئی۔ایسا کچھ تو دران کے ساتھ اس نے کچھ بھی طے نہیں کیا تھا کہ کوئی اگر یہ سوال کرے گا تو اسے کیا جواب دینا ہے۔

میرا مطلب ہے یہ پسندیدگی کا کیا چکر ہے۔آج سے پہلے تو کبھی دران نے ہم سے ذکر تک نہیں کیا اس سب کے بارے میں۔اتنی محبت اتنی چاہت۔اتنے سالوں سے کہاں چھپی ہوئی تھی تم اور اس کی یہ محبت؟

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Poetry|Interviews

جوی کے کچھ بھی جواب نہ دینے پر وہ نخوت سے اپنے سوال کو تفصیل سے دہرا رہی تھی۔

ہم کراچی میں ملے تھے

اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے متوازن لہجے میں مختصر جواب دیا۔روبی استہزائیہ مسکراہٹ کو گہرا کر چکی تھی۔

یہ تو کامن سنس کی بات ہے۔کراچی میں ہی ملے ہو گے دران بھی سات سال پہلے کراچی میں ہی تھا مگر میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ وہ تم سے پیار کرتا تھا۔

خم دار آبروؤ بڑے معنی خیز انداز میں اچکا کر سوال کیا۔جوی کو عجیب سی گھبراہٹ ہوئی۔ذلت جیسا احساس

میں سمجھی نہیں آپ کی بات؟

بات سمجھ آ جانے پر بھی حیرت ظاہر کی دران نے اس امتحان سے گزرنے کے لیے اسے تیار کیوں نہیں کیا تھا۔وہ اس وقت بری طرح

تذبذب کا شکار تھی۔

شیشے میں اپنا چہرہ دیکھو سمجھ جاؤ گی

روبی کی ناک نخوت سے اوپر چڑھی تھی۔لہجہ کاٹ دار تھا اور لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ نے جوی کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

زمین میں گڑ جانے جیسا احساس ہوا۔بے ساختہ اس کا ہاتھ اپنے بالوں کو درست کر گیا جو نہانے کے بعد پھر سے اپنی ایسی گھنگرالی حالت میں موجود تھے اور اب ڈھیلی سی پونی میں قید تھے جن سے کچھ لٹیں نکل کر گالوں سے گردن کو چھو رہی تھیں۔کل والے لباس کے اوپر اس وقت وہ سیاہ سفید چیک دار شال کو کندھوں پر ڈالے ہوئے تھی۔

میں حیران تو اس بات پر ہوں۔دران کیسے اتنی معمولی شکل کی لڑکی سے محبت کا دعوی دار ہو سکتا ہے۔

روبی نے بڑے ناز سے اپنے ریشمی بالوں کو جھٹکا دیا۔

دران کی پسند کبھی معمولی نہیں ہو سکتی؟

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عقب سے دران کے سپاٹ مگر گرج دار لہجے میں کہے گئے جملے پر وہ دونوں ایک ساتھ چونکیں۔گہرے نیلے رنگ کی گول گلے والی جرسی کے نیچے نیلی جینز پہنے وہ کمرے کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔نکھرا چہرہ وہ پینٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھ رہا تھا۔جوی کا اترا چہرہ اور روبی کی موجودگی پل بھر میں دران کو سب سمجھا گئی۔

بہت افسوس ہوا مجھے یہ جان کر کہ سبرینا جیسے چاند کو تم نے اس گرہن کے لیے ٹھکرایا دیا تھا

روبی کے لہجے میں برسوں کا زہر امڈ آیا تھا۔وہ جوی پر سے توجہ ہٹا کر اب تیوری چڑھائے دران سے مخاطب تھی۔

ٹھکرایا انہیں جاتا ہے جنہیں اپنایا جائے۔

ٹھہرا مگر چبھتا لہجے میں روبی کی طرف بنا دیکھے جواب دیا۔اسی طرح چلتا ہوا جوی کے مقابل آ کر کھڑا ہوا۔

سویٹ ہارٹ۔۔۔کیسا لگا اپنا گھر؟

چہرے کا رخ جوی کی طرف موڑا۔روبی کو بری طرح نظر انداز کرتے ہوئے مسکراہٹ سجائے میٹھے لہجے میں پوچھا۔محبت میں ڈوبا شیریں لہجہ جہاں جوی کی گھبراہٹ پر مرہم بنا وہاں روبی تلملا اُٹھی۔

اچھ۔۔اچھا ہے۔

بمشکل لہجے کی گڑبڑاہٹ پر قابو پا کر دھیمے سے لہجے میں جواب دیا۔روبی کے ناک کے نتھنے پھول رہے تھے۔دران اب مکمل طور پر جوی کی طرف رخ موڑ چکا تھا۔اپنے اور اس کے بیچ کے فاصلے کو کم کیا۔

جھوٹ تم نے ابھی دیکھا ہی کہاں ہے گھر۔چلو گھر دکھاؤں تمہیں اور بتاؤں تمہیں کہاں کہاں چینج چاہیے۔

جوی کے چہرے پر آتی لٹ کو دائیں ہاتھ سے اس کے کان کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔کان کی لو پر دران کی انگلیوں کا لمس سنسناہٹ بن کر رگ و پے میں اترنے لگا۔روبی کا چہرہ آتش ہوا یہاں مزید ٹھہرنا خود کو

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جھلسانے کے مترادف تھا۔

وہ ابھی باہر جانے کے لیے نکلا تھا جب روزین نے بتایا کہ میم روبی جوی کے کمرے میں گئی ہیں۔غصے سے جبڑے بھینچے وہ فوراً اوپر آیا تھا اور یہاں کا منظر بالکل ویسا ہی تھا جو اس نے سوچا تھا۔

ہن۔۔ن۔ن۔پچھتاؤ گے ایک دن بہت پچھتاؤ گے۔خیر ایسی بے مائع لڑکیوں کا جادو زیادہ دیر نہیں رہتا۔

روبی نے تمسخرانہ جملا ادا کیا۔کندھے اچکائے۔پلٹی اور تیز تیز قدم بیرونی دروازے کی طرف بڑھا دیے۔دران نے ضبط سے پھیکی مسکراہٹ سجائے پہلے جوی کی طرف دیکھا پھر لب بھینچے غصے سے کمرے کے کھلے دروازے کی طرف دیکھا۔ایک تیر سے دو شکار ہو رہے تھے۔روبی کا یوں جوی کو لے کر کڑھنا اسے اندرونی سکون دے رہا تھا۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔منٹ خاموشی رہنے کے بعد ضبط کرتے چہرے کے ساتھ وہ جوی کی طرف متوجہ ہوا جو مجرموں کی طرح اترا چہرہ لیے کھڑی تھی۔

سوری یہاں کے افراد کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکا۔

دائیں آبرؤ پر انگلیاں چلاتے ہوئے ہلکی سی شرمندگی ظاہر کی۔ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے اور دوسرے سے بھنویں سہلاتا ہوا وہ شائد تعارف کے لیے الفاظ تلاش کر رہا تھا۔

یہاں میرے علاوہ تین لوگ اور موجود ہیں۔کل لاؤنج میں جو ملے تھے وہ ہیں اسفند ملک۔یہ۔۔۔جو ابھی گئی ہیں یہاں سے

ہلکا سا خم لیتے ہوئے جیب سے ہاتھ نکال کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔روبی کی آنکھ کی پتلیاں فوراً اس کے اشارے کی طرف اٹھیں۔

یہ روبی ملک ہے۔ملک اسفند کی وائف۔

جوی آہستگی سے یوں سر ہلا رہی تھی جیسے وہ کوئی سبق پڑھا رہا ہو۔وہ صرف نام بتا رہا تھا رشتہ نہیں۔جوی الجھی۔

ان دونوں کا ایک بیٹا ہے۔برھان ملک

آپ کے کیا لگتے ہیں یہ لوگ؟

بے ساختہ سوال تھا۔وہ ان سب کے نام نہیں دران سے ان کا رشتہ جاننے میں زیادہ دلچسپی رکھتی تھی۔

آپ میری کیا لگتی ہیں؟

سپاٹ اور روکھے لہجے میں الٹا اور عجیب سوال تھا۔بھنویں اکھٹی کیئے وہ جوی کی آنکھوں میں گہری آنکھیں گاڑے کھڑا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے والی مٹھاس،لبوں کی مسکراہٹ سب غائب تھی۔کتنا اجنبی لگ رہا تھا وہ اور اس کے سوال نے آسمان سے زمین پر لا پٹخا۔جوی کا چہرہ پل بھر میں دھواں ہوا۔

مہ۔۔۔میں۔۔کچھ نہیں لگتی

خفت سے گھٹی آواز حلق سے برآمد ہوئی۔جبکہ وہ اسی طرح سپاٹ چہرہ اور پیشانی پر بل لیے دروازے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔

کیا اتنا غلط سوال پوچھ لیا میں نے؟وہ الجھ گئی۔کون تھی یہ عورت اور جس کو ٹھکرانے کا وہ ذکر کر رہی تھی وہ کون ہے۔

نہیں میں کون ہوتی ہوں یہ سب جاننے والی۔میں تو اس سے ایسے رشتے پوچھ رہی تھی جیسے میں سچ میں اس کی بیوی بننے جا رہی ہوں۔اسی لیے اس نے مجھے میری اوقات دکھائی

بیڈ پر ڈھنے کے سے انداز میں بیٹھتی وہ ذہن میں انگنت ابھرتے سوالوں کو سوچ رہی تھی۔کمرے میں اب پھر وہ،اور گھڑی کی ٹک ٹک تھی۔

رات کے اندھیرے کو چیرتی امریکہ کی چمکتی دمکتی عمارتیں اس یخ بستہ رات میں جدید دنیا کا حسین نظارہ پیش کر رہی تھیں۔انہی عمارتوں میں سے ایک عمارت کی بارہویں منزل پر موجود اس حسین اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس ہلکے زرد رنگ بالوں والا ہاروی شیشے کی بنی دیوار کے پار امریکہ کی آسمان سے باتیں کرتی عمارتوں پر نگاہ جمائے خوفزدہ کھڑا تھا۔ایک ہاتھ سے فون کو کان سے لگائے اور دوسرا سفید ہاتھ دیوار پر رکھے۔

اب وہ لڑکی تم مجھے واپس لا کر دو گے۔

ہاروی کے کان کو لگے فون پر شیون کی گرجدار آواز ابھری۔امریکہ واپس آئے آج دوسرے دن کا اختتام تھا۔وہ جو یہ سمجھ رہا تھا کہ شیون اس لڑکی کو بھول جائے گا اور وہ لوگ بھی چپ سادھ لیں گے تو وہ غلط تھا۔سراسر غلط۔۔۔۔

تم اس لڑکی کی قیمیت بتاؤ کتنی ہے۔تم سے پہلے بھی لڑکیاں خریدتا ہوں۔ سمجھو وہ میں نے خرید لی۔بھول جاؤ اور چھوڑ دو اس بات کو۔

نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔بھولوں گا۔نہیں چھوڑوں گا۔شیون کے چنگل سے آج تک کوئی لڑکی یوں بچ کر نہیں نکلی۔وہ مجھے چاہیے۔چاہیے وہ مجھے۔

وہ پاگلوں کی طرح چیخا۔غصے سے آواز کانپ رہی تھی۔اس کے بڑھتے غصے سے ہاروی کے چہرے پر خوف کے آثار بڑھ رہے تھے۔

دیکھو شیون یہ پاگل پن ہے۔درانگ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔مجھے خبر ملی ہے اس نے سکیورٹی بڑھا لی ہے۔کل جب وہ اس لڑکی سے شادی کرے گا وہ بھی عام نہیں رہے گی۔میں اسے یوں وہاں سے نہیں نکلوا سکتا پھنس جاؤں گا میں۔ سمجھو اس بات کو

ہاروی نے بے چینی سے رخ بدلہ۔چہرے پر بچارگی تھی اور لہجہ التجائی۔

میں کچھ نہیں جانتا۔وہ لڑکی میری ضد بن گئ ہے۔مجھے اسے سزا دینی ہے۔دردناک سزا۔اس کے جسم سے خون تک نچوڑ لوں گا میں۔

وہ دانت پیسے غرا رہا تھا۔ہاروی نے زرد پڑتے چہرے کی پیشانی سہلائی۔زبان تالوے سے جا لگی۔شیون اس پر گرج رہا تھا۔

تم اگر میری مدد نہیں کرو گے میں تمہیں ویسے بھی پھنسا دوں گا۔تمھارا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دوں گا میں۔

ہاروی کا چہرہ زرد سے سفید پڑا۔لٹھے کی مانند سفید۔آنکھ کی پتلیوں میں خوف ابھرا۔پھیلا اور پھر یک لخت معدوم ہوا۔

دیکھو اس کے لیے پھر یہ مار دھاڑ نہیں بلکہ کچھ سازش کرنی پڑے گی۔درانگ کی طرح چالاکی سے ہی لڑکی واپس لانی پڑے گی۔

ہاروی کا گہری سوچ میں ڈوبا لہجہ تھا۔درانگ کو مات اسی کے انداز میں دینی تھی۔شیون کو لڑکی واپس دیے بنا اب کوئی چارہ نہیں تھا۔

سازش کرو۔دنگا کرو۔کچھ بھی کرو۔مجھے وہ لڑکی چاہیے بس۔زندہ سلامت۔

شیون فون بند کر چکا تھا جبکہ ہاروی ابھی تک فون کان سے لگائے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔رخ پھر سے شیشے کی بنی دیوار کی طرف موڑا۔آنکھ کی پتلی میں اب روشنیاں چمک رہی تھیں۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کراچی یونیورسٹی آف کامرس کی وسیع عمارت میں لان،راہداریاں،جماعت کے کمرے اور لائبریری میں انگنت طلباء کتابوں میں سر دیے بیٹھے تھے۔

وہیں گھاس پر بیٹھی جوی کی گود میں کھلی کتاب پر گرتے آنسو ورق میں جذب ہو رہے تھے۔سفید سوٹ میں ملبوس سبز گھاس پر بیٹھی وہ غمناک مگر معصوم اور مقدس لگ رہی تھی۔

آمنہ نے محبت سے جوی کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھا۔جوؤت کا کیس بہت الجھ گیا تھا۔وہ جوی کی ہر طرح کی مدد کررہی تھی لیکن جن

کے بیٹے کی جان گئی تھی وہ شہر کا مالدار خاندان تھا جو کسی صورت اپنے بیٹے کے قاتلوں کو نہیں بخش رہا تھا۔

جوی چپ کرو بس کرو۔میں تو تمہیں بہت مضبوط لڑکی سمجھتی تھی لیکن تم ٹوٹ رہی ہو۔دیکھو اللہ پر چھوڑ دو سب۔سنبھالو خود کو۔

آمنہ نے آہستگی سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ان کے امتحانات سر پر تھے اور جوی اس پریشانی میں پڑھ بھی نہیں پا رہی تھی۔اس کا پورا گھر جووت کی پریشانی میں بکھر گیا تھا۔جان کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہوگئی تھی۔

میں نہیں ہوں مضبوط میں صرف لڑکی ہوں آمنہ۔میں تھک گئی ہوں۔ان پریشانیوں سے۔ان ذمہ داریوں سے۔نا ختم ہونے والے دکھوں سے۔مجھے سکون چاہیے۔ذہنی سکون۔۔قلبی سکون۔۔۔

دائیں بائیں سر ہوا میں مارتے ہوئے وہ آمنہ کے سامنے ٹوٹ گئی تھی۔اب وہ بے آواز نہیں رو رہی تھی۔گھر والوں کو حوصلہ دیتے دیتے وہ خود اپنا حوصلہ ختم کر چکی تھی۔ٹیوشن،کورٹ،گھر،یونیورسٹی۔۔۔وہ لٹو کی

طرح گھوم گئی تھی۔

یہ تمھاری آزمائش ہے۔

آمنہ کی بات پر وہ روتے ہوئے تھم گئی۔آنکھ کی پتلی سے ٹوٹا آنسو اب کتاب پر نہیں گرا تھا کیونکہ چہرہ جھکا نہیں ہوا تھا اب وہ چہرہ اٹھائے سامنے آمنہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔آنسو گال پر بہتے ہوئے گردن کی طرف سفر کر رہا تھا۔۔

اللہ ہر انسان کو دیکھتے ہوئے اس پر آزمائش ڈالتا ہے۔وہ سکت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

تمھیں کیسے پتا یہ میری آزمائش ہے۔یہ سزا بھی تو ہو سکتی ہے۔

جوی سزا میں کوئی انسان اللہ کے قریب نہیں آتا۔

آمنہ مسکرائی اور اپنے ہاتھ کا دباؤ اس کے ہاتھ پر بڑھایا۔

آزمائش میں مبتلا انسان اللہ کے قریب آتا ہے۔سکون کی تلاش میں وہ صراط مستقیم چنتا ہے۔جیسے تم۔۔۔

جوی یک ٹک بس اس کو دیکھے جا رہی تھی۔اس کی باتوں سے پتہ نہیں کیوں دل کی تکلیف کم ہونے لگی تھی۔ایسے جیسے کوئی مرہم رکھ رہا ہو۔

تو یہ سزا نہیں ہے جوی۔یہ آزمائش ہے۔اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔کبھی کچھ چھین کر آزماتا ہے تو کبھی کچھ دے کر آزماتا۔

ٹھہرا پرسکون لہجہ تھا۔

کب ختم ہو گی میری آزمائش؟

پھیکا سا لہجہ۔تھکن سے چور آنکھیں۔بکھرا بے پرواہ سا حلیہ۔وہ آمنہ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

جب تم دل سے بے خوف ہو کر کلمہ پڑھو گی۔ذہن جن باتوں پر ایمان لے آیا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ دل کو بھی اس ایمان سے روشن کر لو۔

آمنہ نے بات مکمل کرنے کے بعد لب بھینچے۔اس کی آنکھیں شفاف تھیں۔روشن اس کے دل کی طرح۔اس کے کامل دین کی طرح

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منور۔۔۔سب روشن ہو رہا تھا۔دل میں سکون اترنے لگا۔ذہن میں چلتے ہتھوڑے بند ہو گئے۔جلتی آنکھوں میں ٹھنڈک اتری۔جوی نے آنکھیں بند کیں۔مجھے اسلام قبول کرنا ہے۔مسلمان ہونا ہے۔ہاں۔۔۔

چارپائی پر لاغر لیٹا جان چھت کو گھور رہا تھا۔کرسی پر بیٹھی مریم بوڑھی ہو گئی تھی وہ رو رہی تھی۔سنانا لاغر سی بچی کو گود میں اٹھائے ہوئی تھی۔میری معصوم چہرہ لیے کھڑی تھی۔جووت سلاخوں کو تھامے کھڑا تھا۔

چھاکے سے کچھ ٹوٹا۔پٹ سے اس نے آنکھیں کھولیں۔

آمنہ میرے گھر والے۔۔۔۔۔۔۔۔

خوف ابھرا۔۔۔پھانس اٹکی۔۔۔دل کی تکلیف پھر سے بڑھنے لگی۔۔۔کچھ دیر پہلے والا سکون ختم ہوا۔آنکھیں جلنے لگیں۔دماغ میں پھر سے کچھ ٹھک ٹھک کی صورت بجنے لگا۔

دیکھو جوی میں نے کبھی تم پر زور زبردستی نہیں کی ہے۔صرف سچا اور

سیدھا راستہ دکھایا جو میرا فرض تھا۔اب یہ تمہیں خود چننا ہے۔تم قرآن کا ترجمہ تفسیر پڑھ رہی ہو۔ہر بات اچھے سے جانتی ہو سمجھتی ہو۔

آمنہ ایک ہی سانس میں اتنا سب بول کر ایکدم رکی۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔سیکنڈ

میرا ساتھ یہیں تک تھا۔اب تم چنو تمہیں کیا چاہیے۔گھر والے یا اللہ

دو ٹوک لہجے میں کہہ کر وہ کندھے پر بیگ ڈالتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی۔پیٹھ موڑے قدم آگے بڑھا دیے۔جوی اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ذہن میں اس کے الفاظ گونج رہے تھے۔

اب تم چنو تمہیں کیا چاہیے۔گھر والے یا اللہ؟

اب تم چنو تمہیں کیا چاہیے۔گھر والے یا اللہ؟؟؟

❤جاری❤

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews